جلد 08 • شمارہ 05 • جنوری 2019

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

Baitussalam.org · Baitussalam_org · Baitussalam_org · +9221-111-298-111

BAITUSSALAM

The Burger Shack
YOUR ORDER,
OUR PRIORITY!
NOW DELIVERING: 111-TBS-TBS
(827-827)
The Burger Shack

زیرِ سرپرستی

عبدالستار

عنوان	مصنف	صفحہ
افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر	مدیر کے قلم سے	04
فہمِ قرآن	شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم	05
فہمِ حدیث	مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ	06
آئینہ زندگی	حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ	08
بت شکن سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ	طارق محمود	10
حضرت ابوزرعہؒ	حذیفہ رفیق	12
مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم	حسن جنید	14
مسائل پوچھیں اور سیکھیں	مفتی محمد توحید	16
باورچی خانہ اور ہماری صحت	حکیم شمیم احمد	18
کھینچا تانی	آفاق احمد	21
روحانی ڈائٹنگ	بنتِ عامر	23
ہجرت	بنتِ گوہر	25
منزل کی تلاش	وزیہ ظفر	26
باپ کا بیٹی کے نام خط	محمد دانش	29
میری اشک بار آنکھیں	امۃ اللہ	30
گڈو میاں چڑیا گھر میں	اہلیہ محمد فیصل	33
انعامات ہی انعامات		34
بچوں کے فن پارے		35
قاتل ہیرا	محمد شائل کامران	37
عمر کا شتو	ڈاکٹر الماس روحی	38
درد	بنتِ عبدالرحمان	41
صحت	فوزیہ خلیل	42
ننھے ادیب		45
موسمِ سرما	جوہر عباد	46
کسی غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا	انتخاب اُمِ محمد	47
گلدستہ		48
خبرنامہ	ادارہ	50

اخبار السلام

دینی، اخلاقی اور معاشرتی اقدار کا علمبردار

ماہنامہ

فہمِ دین

کراچی

جنوری 2019ء

آراء و تجاویز کے لیے

0304-0125750

ڈاک سے متعلق امور کے لیے

0323-3229313 | 021-35393912

اشتہارات کے لیے

0314-2981344

marketing@fahmedeen.org

26-C گراؤنڈ فلور ... کمرشل اسٹریٹ نمبر 2 خیابانِ جامی بالمقابل بیت السلام مسجد ڈیفنس فیز 4 کراچی

زرِ تعاون

40 روپے

520 روپے

35

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر

یہ کہاں کی انصاف پسندی ہے کہ معیشت مضبوط کرنی ہے تو اپنی اولاد کو دُنیا میں آنے سے پہلے ہی قتل کر دو۔ اگر کوئی آدمی غربت سے تنگ آکر اپنے آپ کو آگ لگا لے یا خود سوزی کر لے تو ہمیں کیسی حماقت لگتی ہے ! یا وہ اپنے بچوں کا پیٹ بھرنے سے عاجز ہو کر انھیں اپنے ہاتھوں زہر دے کر مار ڈالے تو اسے بھی کوئی عقل مندی نہیں سمجھتا، تو پھر دُنیا میں آنے سے پہلے بھوک کے خوف سے یا معیشت کو سہارا دینے کے عنوان سے قتل کی یہ قبیح حرکت کیسے پسندیدہ قرار دی جاسکتی ہے ! اسی طرح اگر کسی کی کوئی فیکٹری ،کارخانہ یا ادارہ ہو، جو دِن دگنی، رات چوگنی ترقی کر رہا ہو، جس میں سیکڑوں ملازمین دن رات کام میں مشغول ہوں اور بڑھتے ہوئے کام کے پیشِ نظر مالک کو یہ ملازمین بھی کم لگ رہے ہوں اور اس نے مزید بھرتی کے لیے اشتہارات دے رکھے ہوں اور ایسے میں اس کے ملازمین میں سے کوئی باغی نکلے اور اپنے ساتھ بہت سے دوسرے ملازمین کو لے کر کسی دوسرے ادارے میں چلا جائے تو اس سیٹھ کو کتنا افسوس ہو گا ! قدرت کے اس کارخانے دُنیا کا بھی یہی حال ہے۔ اللہ نے انسان کو پیدا کرنے اور اس دُنیا میں بھیجنے سے پہلے ہی اس کی تجوریوں میں بہت سے خزانے بے شمار مقدار میں رکھ دیے تھے اور صرف اتنا نہیں، بلکہ اس کی زرخیز مٹی میں ہر سال منوں ٹنوں کے حساب سے پیدا ہونے والا رزق پیدا کرنے کی صلاحیت بھی رکھ دی تھی۔ گرمی سردی کا انتظام بھی کر دیا تھا اور ہوا پانی کا بھی، سورج چاند کو بھی اس کی خدمت پر لگا دیا اور سمندروں کو بھی اس کے رزق سے بھر دیا پھر انسان کو اس کائنات کا دولہا بنا کر اسے اس دنیا میں بھیجا اور یہ کہہ کر اسے مطمئن بھی کر دیا کہ رزق دینا میرے ذمہ ہے اور اس کے ساتھ ساتھ اس دُنیا کو قیامت تک کام یابی سے چلانے کے لیے افرادی قوت مہیا کرنے کا اختیار بھی اپنے پاس رکھ لیا۔ کس کو لڑکے دینے ہیں اور کس کو لڑکیاں دینی ہیں، کس کو دونوں دینے ہیں اور کس کو کچھ نہیں دینا، یہ اختیار اللہ نے صرف اور صرف اپنے پاس رکھا ہے، اور آج پانچ چھ ارب انسان پیدا کرنے کے باوجود نہ تو وہ رزق فراہم کرنے سے گھبرایا ہے اور نہ ہی نئی نسل کی تخلیق پر اس نے کوئی پابندی لگائی ہے، مگر نہ جانے کیوں انسان گھبرا کر اس کا باغی بن جاتا ہے اور اس کی مخلوق کے دُنیا میں آنے میں رکاوٹ بننے لگتا ہے۔

نجانے کیوں انسان اس زمین کا خدا بن بیٹھتا ہے اور وہ یہ بات بھولنے لگتا ہے کہ آج جس عقل میں اُس خدا کی خدائی نہیں آرہی، اگر وہ چاہتا تو چند سال پہلے ہماری اس کھوپڑی میں روح ہی نہ پھونکتا۔ عجب ماتم کا مقام ہے کہ جو انسان خود اس کی قدرت کا شہ کار نمونہ ہے اور رحمِ مادر میں اسی کے رحم و کرم پر پَل کر اور اسی کے ''کُن'' کہنے سے وجود میں آیا ہے۔ آج وہ اس خدا کو عقل سکھانے چلا ہے کہ تیری اس دُنیا کو مزید بچوں کی ضرورت نہیں ہے۔

کیا اُن ممالک کے تجربات ہمیں عبرت دِلانے کے لیے کافی نہیں ہیں، جنھوں نے پہلے زیادہ بچے پیدا کرنے پر ٹیکس لگایا اور پھر چند ہی دہائیوں میں اُن کا یہ حال ہو گیا کہ شادیوں کے لیے لڑکیاں ناپید ہو گئیں اور کام کرنے کے لیے افرادی قوت پوری نہ رہی اور بالآخر انھیں وظیفے اور الاؤنس دے کر زیادہ بچے پیدا کرنے کی ترغیب دینی پڑی۔

افسوس کی بات یہ ہے کہ جیسے ہم آج تک اللہ کے عطا کردہ مادی وسائل کی قدر دانی نہ کر سکے اور بلوچستان معدنیات سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی آج تک پتھروں کا ڈھیر ہی ہے اور پانی جیسی قیمتی دولت یا تو سیلاب بن کر ہمیں روندتی رہتی ہے اور یا سمندر کی وسعتوں میں تحلیل ہو جاتی ہے، مگر ہم اسے سنبھال نہ سکے، یہی حال ہماری افرادی قوت کا ہے کہ ہم اسے ملک و ملت کے لیے مفید بنانے کے بجائے اسے اپنے ہی اوپر بوجھ سمجھنے لگے۔

ایک گھر میں ایک کمانے والے کے بجائے دو کمانے لگ جائیں تو اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں، مگر یہاں تو الٹی گنگا بہتی ہے۔ یہ تو دیکھتے ہیں کہ ایک کھانے والا منہ دُنیا میں اور زیادہ ہو گیا۔ یہ نہیں سوچتے کہ دو کمانے والے ہاتھ بھی زیادہ ہو گئے۔ شیطان یہ تو سجھا دیتا ہے کہ دُنیا میں نئے آنے والے فرد کے ساتھ پیٹ بھی لگا ہوتا ہے، جسے ریاست بھر نہیں سکے گی، مگر ہم یہ سوچنے سے قاصر رہ جاتے ہیں کہ وہ اپنے ساتھ ایک ترکیبیں سوچنے والا بہترین دماغ اور ملک سے محبت کرنے والا حساس دِل بھی لے کر آتا ہے۔ راستے میں اُبھر آنے والا نیا پتھر ہمیں رکاوٹ ہی کیوں لگتا ہے ! ہم اسے سیڑھی کا اگلا زینہ کیوں نہیں سمجھ پاتے ؟ جسے ہم دور سے دیکھ کر ہی راستے سے ہٹانے کی فکر میں لگ جاتے ہیں، اگر آگے بڑھ کر اس پر قدم رکھ کر دیکھیں تو یہ تو ہمارے قد کو اور بڑھا دے گا اور وہ چیزیں جو ہمیں پہلے اس کی اَوٹ میں نظر نہیں آرہی تھیں، وہ پہلے سے زیادہ واضح نظر آنے لگ جائیں گی۔

قارئین ! جب آدمی کچھ بڑا کام کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے قدرت کے کام اپنے راستے کی رکاوٹ لگنے کے بجائے سب کے سب اپنے معاون لگنے لگتے ہیں۔ آپ ترکی کے صدر اور مسلمانوں کے دلوں کی دھڑکن رجب طیب اردگان کو دیکھ لیں، اسے لگتا ہے کہ آبادی زیادہ ہونے سے ''مسائل'' زیادہ نہیں ہوں گے، بلکہ ''وسائل اور صلاحیتیں'' زیادہ ہوں گے۔ اس لیے انھوں نے چند سال پہلے کہا تھا کہ ''تم دو نہیں، پانچ بچے پیدا کرو، کیوں کہ تم یورپ کا مستقبل ہو۔'' وہ دُنیا میں نئے آنے والے معصوم بچوں کو ہی اپنا مستقبل نہیں سمجھتا، بلکہ اُس مردِ قلندر نے تو شام کے پینتیس چالیس لاکھ مہاجرین کو بھی اپنی معیشت پر بوجھ نہیں سمجھا اور ان کی صلاحیتوں کو اپنے ملک کے لیے قدرت کا عطیہ سمجھ کر انھیں مختلف کاموں میں کھپا دیا، بلکہ انھیں اپنا باعزت شہری بنانے تک کا فیصلہ کر لیا۔

آپ مدینہ کی نومولود ریاست کو ہی دیکھ لیں، جب نبی کریم ﷺ نے ریاست کی بنیاد رکھی تو آبادی چند سو سے زیادہ نہ تھی۔ غزوہ بدر میں شرکت کرنے والے صرف 313 تھے اور غربت عام تھی، کئی کئی مہینے گھر میں چولہا نہ جلتا تھا، بعض اوقات صحابہ کرام اور نبی کریم ﷺ کو بھوک کی شدت کم کرنے کے لیے پیٹ پر پتھر بھی باندھنے پڑے، مگر اپنی قوم کو مشورہ یہ دیا کہ ''ایسی خاتون سے شادی کرو، جو بہت محبت کرنے والی اور زیادہ بچے جننے والی ہو۔'' صرف اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں ''مسائل'' سمجھنے کے بجائے ''وسائل'' سمجھا اور پھر دُنیا نے نتیجہ دیکھا کہ دیکھتے ہی دیکھتے چند سالوں میں اسلامی پرچم بائیس لاکھ مربع میل پر لہرانے لگا۔

قارئین ! تبدیلی ضرور آنی چاہیے، مگر اللہ اور اس کے رسول کو راضی کر کے اور یہ اسی وقت ممکن ہے کہ جب ہم خدا کے کاموں میں دخل دینے کی بجائے اپنے حصے کے کاموں کو پوری ذمہ داری سے ادا کرنے والے بن جائیں۔ والسلام

اخوکم فی اللہ
محمد خرم شہزاد

فہمِ قرآن

آل عمران 136-139

شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم

أُولَٰئِكَ جَزَاؤُهُم مَّغْفِرَةٌ مِّن رَّبِّهِمْ
وَجَنَّاتٌ تَجْرِي مِن تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا ۚ وَنِعْمَ أَجْرُ الْعَامِلِينَ 136

ترجمہ... یہ ہیں وہ لوگ، جن کا صلہ ان کے پروردگار کی طرف سے مغفرت ہے اور وہ
باغات ہیں، جن کے نیچے دریا بہتے ہوں گے، جن میں انھیں دائمی زندگی حاصل ہوگی۔ کتنا
بہترین بدلہ ہے، جو کام کرنے والوں کو ملنا ہے۔ 136

قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِكُمْ سُنَنٌ فَسِيرُوا فِي الْأَرْضِ
فَانظُرُوا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِينَ 137

ترجمہ... تم سے پہلے بہت سے واقعات گذر چکے ہیں۔ اب تم زمین میں چل پھر کر دیکھ لو کہ
جنھوں نے (پیغمبروں کو) جھٹلایا تھا، ان کا انجام کیسا ہوا؟ 137

هَٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِينَ 138

ترجمہ... یہ تمام لوگوں کے لیے واضح اعلان ہے
اور پرہیزگاروں کے لیے ہدایت اور نصیحت! 138

وَلَا تَهِنُوا وَلَا تَحْزَنُوا وَأَنتُمُ الْأَعْلَوْنَ إِن كُنتُم مُّؤْمِنِينَ 139

ترجمہ... (مسلمانو!) تم نہ تو کمزور پڑو اور نہ غمگیں رہو،
اگر تم واقعی مومن رہو تو تم ہی سربلند ہوگے۔ 139

تشریح: جنگِ اُحد کا واقعہ مختصراً یہ ہے کہ شروع میں مسلمان کافر حملہ آوروں پر غالب آگئے اور کفار کا لشکر پسپا ہونے پر مجبور ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے جنگ شروع ہونے سے پہلے پچاس تیر انداز صحابہ کا ایک دستہ میدانِ جنگ کے ایک عقبی ٹیلے پر متعیّن فرمایا تھا، تاکہ دشمن پیچھے سے حملہ نہ کرسکے۔ جب دشمن پسپا ہوا اور میدانِ جنگ خالی ہوگیا تو صحابہ نے اس کا چھوڑا ہوا ساز و سامان مالِ غنیمت کے طور پر اکٹھا کرنا شروع کردیا۔

تیر اندازوں کے اس دستے نے جب یہ دیکھا کہ دشمن بھاگ چکا ہے تو انھوں نے سمجھا کہ اب ہماری ذمہ داری پوری ہوچکی ہے اور ہمیں بھی مالِ غنیمت جمع کرنے میں حصہ لینا چاہیے۔ ان کے امیر حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھیوں نے ٹیلہ چھوڑنے کی مخالفت کی اور اپنے ساتھیوں کو یاد دلایا کہ آنحضرت ﷺ نے ہمیں ہر حال میں یہاں جمع رہنے کی ہدایت فرمائی تھی، مگر ان میں سے اکثر نے وہاں ٹھہرنے کو بے مقصد سمجھ کر ٹیلہ چھوڑ دیا۔ دشمن نے جب دور سے دیکھا کہ ٹیلہ خالی ہوگیا ہے اور مسلمان مالِ غنیمت جمع کرنے میں مشغول ہوگئے ہیں تو انھوں نے موقع پا کر ٹیلے پر حملہ کردیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ اور ان کے چند ساتھیوں نے اپنی بساط کے مطابق ڈٹ کر مقابلہ کیا، مگر وہ سب شہید ہوگئے اور دشمن اس ٹیلے سے اتر کر ان بے خبر مسلمانوں پر حملہ آور ہوگیا، جو مالِ غنیمت جمع کرنے میں مصروف تھے۔

یہ حملہ اس قدر غیر متوقّع اور ناگہانی تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں اُکھڑنے لگے۔ اسی دوران کسی نے یہ افواہ اُڑادی کہ نبی کریم ﷺ شہید ہوگئے ہیں۔ اس افواہ سے بہت سے مسلمانوں کے حوصلے جواب دے گئے، ان میں سے بعض میدان چھوڑ گئے، بعض جنگ سے کنارہ کَش ہوکر ایک طرف کھڑے رہ گئے، البتہ آپ ﷺ کے جاں نثار صحابہ کی ایک جماعت آپ ﷺ کے اِردگِرد ڈٹ کر مقابلہ کرتی رہی۔ کفّار کا نرغہ اتنا سخت تھا کہ اس کش مکش میں آپ ﷺ کا مبارک دانت شہید ہوگیا اور چہرۂ مبارک لہولہان ہوگیا۔ بعد میں جب صحابہ کو پتا چلا کہ آپ ﷺ کی شہادت کی خبر غلط تھی اور ان کے حواس بحال ہوئے تو ان میں سے بیش تر میدان لوٹ آئے اور پھر کفّار کو بھاگنا پڑا، لیکن اس درمیانی عرصے میں ستّر صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین شہید ہوچکے تھے۔ ظاہر ہے کہ اس واقعے سے تمام مسلمانوں کو شدید صدمہ ہوا۔ قرآنِ کریم ان آیتوں میں انھیں تسلّی بھی دے رہا ہے کہ یہ زمانے کے نشیب و فراز ہیں، جن سے مایوس اور دل شکستہ نہ ہونا چاہیے اور اس طرف بھی متوجہ کر رہا ہے کہ یہ شکست کچھ غلطیوں کا نتیجہ تھی، جن سے سبق لینے کی ضرورت ہے۔

فہمِ حدیث

مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

حقوق العباد

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الرَّاحِمُوْنَ يَرْحَمُهُمُ الرَّحْمٰنُ اِرْحَمُوْا مَنْ فِي الْاَرْضِ يَرْحَمْكُمْ مَنْ فِي السَّمَاءِ

ترجمہ... حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (اللہ کی مخلوق پر) رحم کھانے والوں اور (ان کے ساتھ) ترحم کا معاملہ کرنے والوں پر خداوند رحمٰن کی خاص رحمت ہوگی۔ تم زمین والی مخلوق کے ساتھ رحم کا معاملہ کرو، آسمان والا تم پر رحمت فرمائے گا۔ (سنن ابی داوٗد، جامع ترمذی)

تشریح...اس حدیث میں بڑے ہی بلیغ اور موثر انداز میں تمام مخلوق کے ساتھ جس سے انسان کا واسطہ پڑتا ہے رحم کی ترغیب دی گئی ہے۔ پہلے فرمایا گیا کہ رحم کرنے والوں پر خدا کی رحمت ہوگی، اس کے بعد فرمایا گیا ہے کہ تم خدا کی زمینی مخلوق کے ساتھ رحم کا برتاؤ کرو، آسمان والا (رب العرش) تم پر رحمت کرے گا۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اَلْمُؤْمِنُ مِرْاٰةُ الْمُؤْمِنِ وَالْمُؤْمِنُ اَخُو الْمُؤْمِنِ يَكُفُّ عَنْهُ ضَيْعَتَهٗ وَيَحُوْطُهٗ مِنْ وَرَائِهٖ

ترجمہ... حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے، اس کے ضرر کو اس سے دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے (عدم موجودگی میں) اس کی پاسبانی و نگرانی کرتا ہے۔ (سنن ابی داوٗد، جامع ترمذی)

تشریح...آئینہ کا یہ کام ہے کہ وہ دیکھنے والے کو اس کے چہرے کا ہر داغ دھبّہ اور ہر بدنما نشان دکھادیتا ہے اور صرف اسی کو دکھاتا ہے، دوسروں کو نہیں دکھاتا۔ ایک مومن کے دوسرے مومن کے لیے آئینہ ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کو چاہیے کہ دوسرے بھائی میں جو مناسب اور قابل اصلاح بات دیکھے، وہ پورے خلوص اور خیر خواہی کے ساتھ اس کو اس پر مطلع کردے۔ دوسروں میں اس کی تشہیر نہ کرے۔ آگے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ ہر مسلمان، دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس دینی اخوّت کے ناطے سے اس کی یہ ذمّہ داری ہے کہ اگر اس پر کوئی آفت اور تباہی آنے والی ہو تو وہ اپنے مقدور بھر اس کو روکنے اور اس کی زد سے اس کو بچانے کی کوشش کرے اور جس طرح اپنی کسی عزیز ترین چیز کی ہر طرف سے پاسبانی اور نگرانی کی جاتی ہے، اِسی طرح اپنے دینی و ایمانی بھائی کی نگرانی اور پاسبانی کرے۔

عَنْ مُعَاذِ بْنِ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ حَمٰى مُؤْمِنًا مِنْ مُنَافِقٍ بَعَثَ اللّٰهُ مَلَكًا يَحْمِيْ لَحْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مِنْ نَارِ جَهَنَّمَ وَمَنْ رَمٰى مُسْلِمًا بِشَيْءٍ يُرِيْدُ بِهٖ شَيْنَهٗ حَبَسَهُ اللّٰهُ عَلٰى جِسْرِ جَهَنَّمَ حَتّٰى يَخْرُجَ مِمَّا قَالَ

ترجمہ: حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”جس نے کسی بددین منافق کے شر سے بندۂ مومن کی حمایت کی (مثلاً: کسی شریر بددین نے کسی مومن بندے پر کوئی الزام لگایا اور کسی باتوفیق مسلمان نے اس کی مدافعت کی) تو اللہ تعالیٰ قیامت میں ایک فرشتہ مقرّر فرمائے گا، جو اس کے گوشت (یعنی جسم) کو آتشِ دوزخ سے بچائے گا اور جس کسی نے کسی مسلمان بندے کو بدنام کرنے اور گِرانے کے لیے اس پر کوئی الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ اس کو جہنم کے پُل پر قید کردے گا، اس وقت تک کے لیے کہ وہ اپنے الزام کی گندگی سے پاک صاف نہ ہوجائے۔ (سنن ابی داوٗد)

تشریح... مطلب یہ ہے کہ کسی بندۂ مومن کو بدنام و رسوا کرنے کے لیے اس پر الزام لگانا اور اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنا ایسا سنگین اور اتنا سخت گناہ ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا، اگرچہ مسلمانوں میں سے ہو، جہنم کے ایک حصّے پر (جس کو حدیث میں جسرِ جہنم کہا گیا ہے) اس وقت تک ضرور قید میں رکھا جائے گا، جب تک کہ جل بھن کر اپنے اس گناہ کی گندگی سے پاک صاف نہ ہوجائے جس طرح کہ سونا اس وقت تک آگ پر رکھا جاتا ہے، جب تک کہ اس کا میل کچیل ختم نہ ہوجائے۔ حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گناہ اللہ کے ہاں ناقابلِ معافی ہے، لیکن آج ہم مسلمانوں کا، ہمارے خواص تک کا یہ لذیذ ترین مشغلہ ہے۔

(اَللّٰهُمَّ احْفَظْنَا وَنَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا وَمِنْ سَيِّئَاتِ اَعْمَالِنَا)

Shangrila
THE FOOD EXPERTS!
ہر کھانے کا اصل مزہ
شنگریلا سیزننگز سے بڑھا
SOY SAUCE
CHILLI SAUCE
SAUCE
SYNTHETIC VINEGAR
کھانوں کو دیں نیا انداز شنگریلا سیزننگز کے ساتھ۔ دیسی کھانے ہوں یا چائنیز اور کانٹینینٹل،
خالص اجزاء سے تیار کردہ شنگریلا سیزننگز دے آپ کے کھانوں کو اصل مزہ۔
Chef Maida's Choice
www.shangrila.com.pk

حلال کھائیں اور برکت پائیں

حضرت مولانا عبدالستار حفظہ اللہ

وہ مسلمان بہت خوش نصیب ہے، جسے اللہ رزقِ حلال عطا فرمادے۔اللہ کے

حبیب ﷺ نے فرمایا:

نِعۡمَ الۡمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ

اچھے آدمی کے لیے اچھا مال بہت بڑھیا ہے۔آدمی بھی اچھا ہے،مال بھی بڑھیا اور پاکیزہ ہے تو یہ اللہ کی طرف سے اسے بہت بڑی نعمت اور بہت بڑی سعادت ملی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے:

عَنۡ اِبۡنِ مَسۡعُوۡدٍ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَاتَزُوۡلُ قَدَمَا اِبۡنِ اٰدَمَ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ حَتّٰی یُسۡئَلَ عَنۡ خَمۡسٍ:عَنۡ عُمۡرِكَ فِیۡمَا أَفۡنَیۡتَ وَعَنۡ شَبَابِكَ فِیۡمَا أَبۡلَیۡتَ وَعَنۡ مَالِكَ مِنۡ اَیۡنَ کَسَبۡتَہٗ وَفِیۡمَا أَنۡفَقۡتَہٗ وَمَاعَمِلۡتَ فِیۡمَا عَلِمۡتَ

اللہ کے بارگاہ میں پیشی ہونی ہے اور اس پیشی میں پاؤں سرک نہیں سکتا، جب تک کہ پانچ چیزوں کا جواب نہ دے پائے۔زندگی کہاں گزاری؟جوانی کہاں پرانی کر دی؟مال کمایا کہاں سے اور خرچ کہاں کیا؟

بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص، جسے کمانے کا بھی سلیقہ آئے اور خرچ کرنے کا بھی، یہی اس نعمت کی قدر ہے کہ اللہ لقمۂ حلال دے اور پھر سلیقہ آئے کہ خرچ کہاں کرنا ہے۔یہ اس نعمت کا شکر ہے، بلکہ یہ ایسا شکر ہے کہ اللہ حلال کے راستوں میں اور برکت عطافرمادیتے ہیں۔

آپ کسی کو قلم بطورِ تحفہ دیں اور آپ اس قلم سے اسے قیمتی مضمون اور قیمتی ہیرے لکھتے ہوئے دیکھ لیں تو کتنا خوش ہوں گے؟بڑی قدر دانی کی ہے اور یہ قلم بڑے اچھے آدمی کو دیا ہے کوئی اور بڑھیا چیز آئے تو تحفے کے لائق یہی شخص ہے، قدردان یہی ہے اور اگر آپ نے قلم دیا اور اس کا استعمال غلط ہو رہا ہو تو آپ کا دل دُکھتا ہے، افسوس ہوتا ہے کہ دیا کیوں ہے اس کو...کاش! کہ اس کو نہ دیا ہوتا، یہ ظلم کے بول لکھ رہا ہے، ناانصافی کے کلمات لکھ رہا ہے۔اللہ کی طرف سے لقمۂ حلال ملے اور اسے سلیقے سے خرچ کیا جائے تو اللہ بھی خوش ہوتے ہیں۔اللہ اس میں اور بڑھوتری عطافرمادیتے ہیں، اللہ اس میں اور برکت عطافرمادیتے ہیں کہ کیسے اس نے مال کی نعمت کی قدر کی ہے۔

رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے کہ ایک سوال ہونا ہے، اللہ کے سامنے پیشی ہونی ہے کہ مال کمایا کیسے؟کیسے خرچ کیا؟اللہ کرے کہ یہ پیشی ہمیشہ کمانے میں اور خرچ کرنے میں پیشِ نظر رہے!ورنہ اللہ کے نبی ﷺ کا وہ ارشاد جو آپ نے صدیوں سال پہلے فرمایا، آج وہ پورا ہوتا نظر آتا ہے اور یوں لگتا ہے کہ جیسے آپ ﷺ نے نبوّت کی آنکھ سے آج کا معاشرہ، بازار اور سڑک بھی دیکھ رکھے تھے۔آپ ﷺ فرمانے لگے:

أَتٰی عَلَی النَّاسِ زَمَانٌ لَا یُبَالِی الۡمَرۡءُ مَا اَخَذَ مِنۡہُ اَمِنَ الۡحَلَالِ اَمۡ مِنَ الۡحَرَامِ؟

ایک وقت ایسا آئے گا آدمی کو اس کی کوئی پرواہ نہیں ہوگی کہ آمدنی حلال کی ہے یا حرام کی ہے، جائز ہے یا ناجائز ہے، آنے والا میرا حق ہے یا میرا حق نہیں ہے۔بس!آنا چاہیے...!!تو اللہ کے نبی ﷺ نے جو صدیوں سال پہلے ارشاد فرمایا، وہ ہوتا ہوا نظر آرہا ہے۔کتنے لوگ ہیں؟جنہیں یہ فکر لاحق ہوتی ہے کہ حلال آئے، جائز آئے، اپنا آئے، کسی کا نہ

آئے' ناجائز نہ آئے' حرام اور مشتبہ نہ آئے۔ کتنے لوگ ایسے ہیں' جنھیں اس کا احساس ہے...
اور سچ یہ ہے کہ زندگی سے اگر حلال حرام کی' جائز ناجائز کی تمیز چلی جائے تو یہ اس کی ایمانی زندگی کی موت ہے ! یہ اس کی روحانی زندگی کی موت ہے ! یہ اس کی اسلامی زندگی کی موت ہے ! اسے حلال و حرام کی تمیز ہی نہیں رہی...!!

رسول اللہ ﷺ فرمانے لگے : ایک شخص بہت طویل سفر کر کے بہت مقدّس جگہ پر جا پہنچے اور پھر فریاد کرے ''یارب ! یاذوالجلال ! یا کریم !'' یوں فریاد کرے' لیکن مَطْعَمُهُ حَرَامٌ اس کا کھانا بھی حرام کا وَمَشْرَبُهُ حَرَامٌ پینا بھی حرام کا وَمَلْبَسُهُ حَرَامٌ پہننا بھی حرام کا وَغُذِيَ بِالْحَرَامِ اس کی نشونما بھی حرام سے فَأَنّٰى يُسْتَجَابُ بِذٰلِكَ پھر دعا کہاں قبول ہوگی۔

حرام مال سے تو صدقہ بھی قبول نہیں ہوتا۔ صدقے کی برکتیں ہیں گناہوں کا کفّارہ ہے' بخشش کا ذریعہ ہے' لیکن گندگی سے گندگی کہاں صاف ہوا کرتی ہے؟ ناپاک پانی سے پاکیزہ کپڑے پاک نہیں ہوا کرتے' حرام مال سے بخشش اور خطائیں نہیں معاف ہوا کرتیں' اس لیے اگر حرام مال پیچھے چھوڑ گیا تو گویا اپنے لیے جہنم کا توشہ چھوڑ گیا۔ اس کے برعکس بڑا خوش نصیب ہے وہ شخص جسے اللہ لقمۂ حلال عطا فرمادے اور پھر استعمال کا سلیقہ بھی عطا فرمادے۔ اللہ نے اہلِ ایمان سے فرمایا: يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ پاکیزہ کھاؤ اور فرمایا یہ تو میں نے رسولوں کو بھی کہا ہے : يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا حلال کھانا' اس لیے کہ حلال ایمانی زندگی کی روح ہے اور حرام آمدنی سے کھایا تو یہ ایمانی زندگی کی موت ہے !

اللہ کے پیاروں کو اللہ اور اللہ کے نبی ﷺ کے ارشادات کا اس قدر استحضار تھا کہ سبحان اللہ !

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا غلام ان کے لیے کچھ کھانے کو لایا' جو انھوں نے کھا لیا۔ لاعلمی ہے' بے خبری ہے' جب خبر کوئی نہیں تو گناہ بھی کوئی نہیں۔ غلام کہنے لگا : ''آپ کو پتا چلا کہ یہ میں کہاں سے لایا تھا؟'' پوچھا : ''کہاں سے لائے تھے؟'' کہنے لگا : ''زمانۂ جاہلیت میں' میں کاہن بنا کرتا تھا' لوگوں کو دھوکا دیا کرتا تھا اور انھیں کہتا کہ تمہیں غیب کی خبریں بتاتا ہوں۔ میں نے سب چھوڑ دیا تھا' مگر آج میرا کہیں سے گزر ہوا تو وہ شخص مجھے ملا اور اس نے میرا حساب چُکایا' یہ اسی کی آمدنی تھی۔'' حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے جیسے ہی یہ سنا تو فوراً حلق میں انگلی ڈال دی۔ بڑی تکلیف اٹھائی' لیکن اس وقت تک چین نہ آیا جب تک کہ وہ پیٹ میں ڈالی ہوئی چیز باہر نہ نکال دی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس ایک شخص دودھ لایا۔ آپ رضی اللہ عنہ نے پی لیا۔ وہ شخص کہنے لگا : ''عمر! میں وہاں سے گزرا تھا' جہاں پانی کے گھاٹ پر زکوٰۃ کی اونٹنیاں اور بکریاں چر رہی تھیں اور لوگ اس کا دودھ نکال رہے تھے' انھوں نے مجھے بھی دے دیا' وہ میں نے آپ کے سامنے پیش کر دیا۔'' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے حلق میں انگلی ڈالی اور اس دودھ کو نکالا۔ بے خبری تھی' لاعلمی تھی' للذا گناہ کوئی نہیں تھا' لیکن حضور ﷺ کے ارشادات سن رکھے تھے' خوف ایسا کہ اس کا ایک گھونٹ بھی' ایک قطرہ بھی جسم میں برداشت نہیں۔

ایمانی' اسلامی زندگی کی روح... لقمۂ حلال ہے۔ سب سے بڑی مصیبت ہے اس وقت اسلامی معاشرے کی کہ حلال حرام کی تمیز مٹ گئی ہے۔ جہاں حرام کھانے کا رُجحان بڑھ جائے' پھر وہاں لاقانونیت اور بدامنی بھی بڑھ جایا کرتی ہے! جب حرام کھانے کا مزاج بڑھ جائے' حلال حرام کی تمیز مٹ جائے' پھر وہاں امن' سلامتی' جان' مال' عزت و آبرو کی حفاظت آسان نہیں رہتی۔

لقمۂ حلال کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے : نِعْمَ الْمَالُ الصَّالِحُ لِلرَّجُلِ الصَّالِحِ بہت اچھا ہے مال! کس کے لیے؟ جو آدمی بھی اچھا ہو۔ لقمۂ حلال میں برکت ہے' اس میں اللہ کی رحمت ہے' اگر دنیا سے چلا گیا اور وہ حلال مال اپنے ورثا کے لیے بھی چھوڑ گیا' اپنی بیٹیوں اور بیٹوں کے لیے بھی چھوڑ گیا تو اللہ اس پر بھی صدقہ کا ثواب عطا فرمائیں گے اور حرام کھا کے گیا اور حرام چھوڑ کر گیا تو اپنی قبر بھی خراب کر دی اور پیچھے رہنے والوں کے لیے بھی حرام راستے پہ ڈالنے کا گناہ چھوڑ کے گیا۔ کیا خیر خواہی کی ہے اولاد کے ساتھ؟ کیا خیر خواہی کی ہے اپنے بچے' بچیوں کے ساتھ؟ اپنے اوپر بھی ظلم ڈھایا ہے' پیچھے رہنے والوں پہ بھی ظلم ڈھایا ہے۔

تو میرے عزیزو...!! بہت خوش نصیب ہیں وہ مسلمان' جن کو اللہ نے حلال آمدنی کے ذرائع عطا فرمائے ہیں' کچھ تو وہ ہیں' جن کو اللہ نے حلال آمدنی کے ذرائع عطا فرمادیے ہیں' لیکن حرص' لالچ نے بددیانت کر دیا ہے' جھوٹا بنادیا ہے' خائن کر دیا ہے' حلال آمدنی کے ذرائع کو بھی حرام میں بدل دیا ہے۔ ایک تو وہ طبقہ ہے نا' جن کے آمدنی کے ذرائع ہی حرام ہیں' کچھ تو وہ ہیں جو اللہ سے اعلانِ جنگ کر کے بیٹھے ہیں اور بندے اور مالک کے درمیان جب جنگ ہوگی تو ہار تو بندے کی ہی ہوگی' کبھی بندہ بھی جیت سکتا ہے؟ ذلیل و خوار ہی ہوگا۔ چند ٹکوں کی خاطر کیوں بھول جاتا ہے کہ حرام لے کے آیا ہوں... ہسپتالوں میں چلے جائیں گے' عدالتوں میں چلے جائیں گے' مصیبتوں میں چلے جائیں گے' پریشانیوں میں چلے جائیں گے اور اگر رہ بھی گئے تو جہنم کا توشہ ہی تو بنے گا... کیوں بھول جاتا ہے؟ اللہ نے حلال پر برکت کا' رحمت کا' فضل کا وعدہ فرما رکھا ہے...!! تو بہت بڑی بندگی کی شکل ہے کہ حلال کھانے کی فکر لگ جائے' بہت بڑی عبادت اور بہت بڑی بندگی ہے۔ کروڑوں روپے کا صدقہ کر رہا ہے' لیکن اس سب سے افضل ہے کہ جس کا حق اس کے ذمّہ ہے اس کا حق اتار دے۔ وہ فرض ہے' وہ واجب ہے' وہ ضروری ہے۔

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے خادم ایک عیب دار کپڑا بغیر بتائے بازار میں بیچ کے آگئے اور بڑی خوشی سے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کو آکر بتایا : ''حضرت عیب دار کپڑا بھی بازار میں بک گیا' اسی قیمت سے جس پر بے عیب کپڑا بکتا ہے۔'' یہ سن کر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ بہت غم گین ہوگئے اور فرمانے لگے : ''یہ کیا کر دیا ہے تونے ! اب کیسے اعلان کروں گا؟ کس کو بتاؤں گا؟ کہاں اُسے ڈھونڈوں گا؟ چلو! جتنی آمدنی ہے' وہ ساری کی ساری اللہ کے راہ میں خرچ کر دو۔''

کہاں برداشت ہے حرام کی آمدنی' یہ ایسا ہے جیسے گھر میں انگارے لے کے آگیا۔ مائیں اپنے بچوں کے قدم پکڑا کرتی تھیں' پاؤں پڑ جایا کرتی تھیں۔ بیویاں شوہروں کے قدموں میں گر جایا کرتی تھیں کہ ہم روکھا سوکھا کھالیں گی' پھٹا پرانا پہن لیں گی' لیکن ہم اپنے بچوں کو حرام نہیں کھلا سکتیں۔ اپنے گھر میں حرام کا لقمہ برداشت نہیں ہے۔ مائیں' بیٹیاں' بہنیں اپنے مردوں کو یہ حوصلہ دیا کرتی تھیں اور مردوں کی ہمت بڑھایا کرتی تھیں کہ لے کے آنا تو حلال لے کے آنا۔ چند روزہ زندگی ہے۔ فضا میں رکھا چراغ ہے' صرف ایک جھونکے کی دیر ہے۔ پانی کا بلبلا ہے' کیا پتا کب پھٹ جائے تو کس کے لیے کمایا ہے یہ حرام؟ کس کے لیے بنایا ہے؟ کتنے نقشے آنکھوں کے سامنے ہیں بھائی! حرام سے کوٹھی بنائی' ایک دن بھی رہنا نصیب نہیں ہوا۔ حرام سے فیکٹری لگائی' ایک دن کمانا نصیب نہیں ہوا۔ حرام کے انگارے ساتھ لے گیا' مگر حرام مال کام ذرا بھی نہیں آیا۔ نہ پیچھے والوں کے لیے خیر خواہی ہے' نہ اپنی ذات کے ساتھ بھلائی ہے۔ میرے عزیزو...!! اللہ کا حکم ہے

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُلُوا مِن طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ
يَا أَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوا مِنَ الطَّيِّبَاتِ وَاعْمَلُوا صَالِحًا

ایمانی' دینی زندگی کی روح' حلال میں ہے اور حلال و حرام کی تمیز کا مٹ جانا' اسلامی زندگی کی موت ہے! اللہ ہمیں حلال بھی نصیب فرمائے اور اس میں برکت بھی نصیب فرمائے۔ آمین!

عالم پناہ! سومنات کا راجہ ہم مسلمانوں پر بہت ظلم ڈھاتا ہے۔ ہمیں غلام سمجھا جاتا ہے، بلکہ اس سے بھی آگے بڑھ کر مکھی یا مچھر کے برابر، اسی لیے مسلمان کو بے دریغ قتل کیا جاتا ہے۔ گزشتہ چند ماہ سے ایک عجیب وغریب ظلم ہم مسلمانوں پر ڈھایا جا رہا ہے کہ ایک پنڈت نے راجہ کو اپنا خواب سنایا کہ ”مسلمان ہم پر اس لیے غالب آجاتے ہیں کہ سومنات کا دیوتا ہم سے ناراض ہے، اگر روز ایک مسلمان کو دیوتا پر قربان کیا جائے تو وہ راضی ہو جائے گا۔“ اس دن سے آج تک ہر رات ایک مسلمان کو دیوتا کی رضا کی بھینٹ چڑھا دیا جاتا ہے۔ عالی جاہ! میں مسلمانوں کی طرف سے آپ کے پاس قاصد بن کر آیا ہوں اور ہم تمام مسلمان آپ سے اپیل کرتے ہیں کہ مسلمانوں کو اس خوف وہراس سے نجات دلائی جائے۔

سلطان محمود غزنویؒ ہندوستان کے اس شہر سے بالکل ناواقف تھا، ان مظلوم مسلمانوں کی توجہ پر سلطان نے اس شہر کو نقشے میں پہلی بار دیکھا تو اندازہ ہوا کہ اس شہر پر قبضہ اتنا آسان کام نہیں ہے، وہاں پہنچنے کے لیے پورے ہندوستان کو عبور کرنا پڑے گا، مگر اُس کی آنکھوں میں ایک چمک تھی اور دِل میں مضبوط ارادہ، چناں چہ سلطان محمود غزنویؒ 18 اکتوبر 1025ء کو تقریباً 30 ہزار گھڑسوار اور 30 ہزار پیادہ کا لشکر لے کر سومنات کو فتح کرنے کے لیے غزنی سے روانہ ہوا۔ سلطان نے بیچ میں آنے والے چھوٹے علاقوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اپنا رُخ سیدھا ملتان کی طرف کر رکھا تھا اور سلطان کی خواہش تھی کہ اس لشکر کی آمد کو ملتان والوں سے پوشیدہ رکھا جائے اور یہ بظاہر ممکن نہ تھا، لہٰذا پہلے دن ہی خبر آگ کی طرح پھیل گئی اور دوسری طرف قاصد نے خبر دی کہ باقی ماندہ رستے میں ایسے ایسے چٹیل میدان اور ریگستان ہیں کہ کوسوں دور تک پانی کا پتا اور گھاس کا پتا نہیں ملے گا، اس خبر کے ملتے ہی سلطان نے مشکیزے سے لدے 3 ہزار اونٹوں کا انتظام کر لیا تھا۔

ہندوؤں نے پہلا حملہ رسد اور پانی سے لدے اونٹوں پر کیا، لیکن محافظوں نے اسے ناکام بنا دیا، پھر دوسرا حملہ صحرا میں دن کے وقت کیا گیا، لیکن لشکر کے عقب میں موجود دستے نے جواباً ایسا حملہ کیا کہ ہندو اپنے اوسان بھول گئے اور بہت سوں نے جان گنوا دی اور کچھ قیدی بنا لیے گئے اور پھر آخر کار سلطان اپنے لشکر وسپاہ کے ساتھ 26 جنوری 1026ء کو تمام رکاوٹوں کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے سومنات پہنچ گیا۔ پہنچتے ہی سلطان نے ایک پُر جوش تقریر کی:

” اللہ کے شیرو! ہو سکتا ہے کہ یہ معرکہ ہماری زندگی کا آخری معرکہ ہو۔ ہمارا مقابلہ ہندو مذہب سے ہے اور ہندو اپنے عقیدے کے مطابق سومنات کو ایسی ترجیح دیتے ہیں، جیسے ہم مسلمان بیت اللہ کو... اس لیے وہ زندگی اور موت کی لڑائی لڑنے کو تیار ہیں۔ سومنات کی ہوائیں تک ہماری دشمن ہیں!“

یہ کہہ کر سلطان نے مسلمانوں کو خوب گرما دیا۔ اِدھر سلطان مسلمانوں کو بیدار کر رہا تھا اور اُدھر سومنات میں پتھر کے پجاری اپنے بُت کے سامنے ماتھے ٹیکے کہہ رہے تھے کہ ”مسلمانوں کو ان کی موت یہاں لائی ہے، بلکہ سومنات خود ان کو یہاں لایا ہے، تاکہ ان سے انتقام لے۔“

سلطان نے جمعہ کے دن سومنات کا محاصرہ کر لیا۔ ہندوؤں نے ایک خندق کھود رکھی تھی، جس کو پار کرنا ایک مشکل امر تھا... ہندو قلعے کی دیواروں پر کھڑے تیروں کی برسات کر رہے تھے، سلطان نے تدبیر کی اور ایک دستے کو خندق کے بھرنے میں مصروف رکھا اور دوسرا دستہ سومنات کے پجاریوں پر تیروں کی بارش برساتا رہا... رفتہ رفتہ خندق اتنی بھر گئی کہ ایک دستہ گزر جائے۔ غزنی فوج کے پاس سیڑھیاں بھی تھیں، لیکن جو سپاہی سیڑھی پر چڑھتا، تیر کھا کر گر پڑتا۔ تیر کھا کھا کر جاں باز بالآخر قلعے کا دروازہ کھولنے میں کام یاب ہو گئے، لیکن ہندوؤں نے بھی سر دھڑ کی بازی لگا دی اور دیکھتے ہی دیکھتے دونوں جانب سے لہو کی نہریں پھوٹ پڑیں۔ سلطان نے یہ منظر دیکھ کر دونوں ہاتھ ہوا میں بلند کر دیے اور اپنے رب سے راز و نیاز شروع کر دی۔ لڑتے لڑتے سورج غروب ہوا تو لڑائی آج کے لیے تھم گئی۔

اگلے دِن سلطان صبح ہی سے اللہ کے حضور سجدہ ریز ہو گئے اور اللہ سے خوب دعا کی اور پھر سر اُٹھاتے ہی کام یابی کی نوید سنائی: ”مجاہدو! فتح ہماری ہے۔“ اور میدانِ کارزار میں کود پڑے۔ دیکھتے ہی دیکھتے تمام سرفروشانِ اسلام ہندوؤں پر ٹوٹ پڑے اور 50,000 ہندوؤں کو واصلِ جہنم کر گئے۔ سلطان فتح کا نقارہ بجاتا، نشانِ محمودی لہراتا، سیدھا مندر میں پہنچا تو اس عالی شان عمارت اور اندر پڑے زر وجواہر کو دیکھ کر حیران رہ گیا، اور سب سے زیادہ حیرانی اس بات پر ہوئی کہ وہ بُت فضا میں بغیر کسی سہارے کے معلّق ہے، ساتھ کھڑے البیرونی سے دریافت کیا کہ یہ کیا ماجرا ہے؟ البیرونی نے کچھ دیر توقّف کے بعد کہا: ”عالم پناہ! مندر کی چھت کے ایک طرف سے اینٹیں نکلوا دیں۔ ایسا ہی کیا گیا تو اچانک جہاں سے اینٹ ہٹائی گئی بُت اس طرف کو جھک گیا... البیرونی نے باادب ہو کر وضاحت کی کہ ”عالی جاہ! یہ ہندوؤں کی چال اور مکاری ہے کہ بُت لوہے کا ہے اور خاص خاص مقام پر مقناطیس نصب کیے گئے ہیں، جو اس بُت کو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں، جس کی وجہ سے یہ بُت چھت میں معلق نظر آتا ہے اور اسی کرشمے کو دِکھا کر لوگوں کو اس کی برتری تسلیم کروائی جاتی تھی۔

سلطان نے جب بت کو توڑنے کے لیے گرز ہاتھ میں لے کر ہوا میں لہرانا چاہا تو پجاریوں کا تانتا بندھ گیا اور سب قدموں میں گر کر آہ وبکا کرنے لگے اور چیخ چیخ کر منّت سماجت کرنے لگے کہ ہماری تمام دولت لے لو، مگر بت کو نہ توڑو... سلطان نے گرج کر جواب دیا:

”میں بت فروش نہیں، بت شکن کہلانا چاہتا ہوں“

اس کے ساتھ ہی ایسا فولادی گرز سومنات کے بُت ”شودیوتا“ کو مارا کہ وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو کر زمین پر جا گرا اور ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زمین کا پیوند بن گیا۔

غزنی پر 32 سال تک حکومت کرنے والا بُت شکن، عظیم مردِ مجاہد پتھر کے خداؤں کو پاش پاش کر کے 30 اپریل 1030ء کو شبِ جمعہ میں اس جہانِ فانی سے کوچ کر گیا... اللہ تعالیٰ ان کی قبر پر ڈھیروں رحمتوں اور برکتوں کا نزول فرمائے اور ہمیں ان کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

بت شکن سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ

طارق محمود

/perfectairfreshener

Perfect® Matic

Automatic Room Spray

with adjustable Timmer & Sensor

Perfect Matic [illegible]

[illegible]

[illegible]

Quickly | Quietly | Automatically

قابل اقتدا ہستیاں

حضرت ابوزرِعہ رحمۃ اللہ علیہ

محمد حذیفہ رفیق

عبید اللہ بن عبد الکریم ان کا نام اور ابوزرِعہ اُن کی کنیت تھی، اسی سے مشہور ہوئے، 200ھ میں افغانستان کے علاقے رَی میں پیدا ہوئے، اسی کی طرف نسبت کرکے انھیں رازی کہا جاتا ہے۔ ابوزرِعہؒ ایک بڑے محدّث اور حافظِ حدیث تھے اور ساتھ ہی تقوٰی، عبادت اور ولایت میں بھی اپنی نظیر آپ تھے، احمد بن حنبلؒ جیسے امام و بزرگ ان کی بے حد تعظیم فرماتے اور ان کے لیے خصوصیت سے دعا فرماتے تھے۔

تیرہ برس کی عمر سے ہی عالمِ اسلام کے محدّثین سے احادیث حاصل کرنے کے لیے نکل کھڑے ہوئے۔ کوفہ، شام، حجاز مقدس، مصر، عراق اور خراسان جیسے علاقوں کے سفر کیے اور وہاں کے محدّثین سے احادیثِ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نقل کیں، چودہ سال مسلسل سفر کرکے اپنے وطن واپس لوٹے، اس کے بعد تقریباً تیس سال کی عمر میں مَسندِ حدیث پر بیٹھے اور حدیث کا حلقہ سنبھالا۔

حدیث کی خاطر مشقّتیں اور تکالیف برداشت کرنے کے بعد اس میدان میں انھوں نے بہت اونچا مرتبہ حاصل کیا، یہاں تک کہ اسحاق بن راہویہ جیسے محدّث فرماتے تھے: ”جس حدیث کو ابوزرعہ نہیں جانتے، اس کی کوئی اصل نہیں۔“ اور آپ جانتے ہیں کہ اسحاق بن راہویہ کون ہیں؟ یہ زمانہ کے مشہور محدّث اور امام بخاریؒ کے استاذ ہیں اور انھی کے کہنے پر امام بخاریؒ نے صحیح بخاری شریف تصنیف فرمائی تھی۔ ابن ابی شیبہ سے پوچھا گیا: ”آپ نے جتنے محدّثین دیکھے، ان میں سب سے بڑا حافظ کون تھا؟ کہنے لگے: ”ابوزرعہ رازی سے بڑا حافظِ حدیث میری آنکھوں نے نہیں دیکھا۔“

ابوزرعہؒ کے پاس ایک آدمی دوڑتا ہوا آیا، گھبراہٹ اس کے چہرے سے عیاں تھی، وہ بلا کسی انتظار اپنا سوال پوچھنا چاہتا تھا، لیکن سوال اس قدر عجیب تھا کہ وہ خود اس کش مکش میں تھا کہ کیسے پوچھوں، بالآخر اس نے کہنا شروع کیا: ”حضرت! ایک آدمی نے قسم کھائی ہے کہ اگر امام ابوزرعہ کو دو لاکھ حدیثیں یاد نہ ہوں تو میری بیوی کو طلاق ہے!“ ابوزرعہؒ نے سوال سن کر ناراضی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا: ”بھلا اس نے ایسا کیوں کیا؟“ کہنے لگا: ”بس اس سے غلطی ہو گئی۔“ ابوزرعہؒ نے چہرہ پھیر کر فرمایا: ”ان دونوں سے کہو ساتھ رہتے رہیں، کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، مجھے دو لاکھ احادیث ایسے یاد ہیں، جیسے عام انسانوں کو قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ یاد ہوتی ہے۔“ اور احمد بن حنبلؒ تو فرماتے تھے: ”تمام ذخیرۂ احادیث میں صحیح احادیث سات لاکھ سے کچھ زیادہ ہیں، جس میں سے چھ لاکھ اس نوجوان کو یاد ہیں۔“ اور جب ابوزرعہؒ بصرہ تشریف لائے تو احمد بن حنبلؒ نے اپنے بیٹے سے کہا: ”بیٹا! میں نے اس شیخ کے ساتھ حدیث کے مذاکرے اور احادیث سننے سنانے کی خاطر اپنے نوافل کی مقدار کم کر دی ہے۔“ امام احمدؒ کا روزانہ 300 رکعات نوافل پڑھنے کا معمول تھا اور جب وہ آزمائش میں مبتلا ہوئے تو کم زوری کی وجہ سے 150 رکعات نوافل روزانہ ادا فرماتے تھے۔

حضرت ابوزرعہؒ صرف محدّث ہی نہیں تھے، بلکہ بہت بڑے عابد، متقی، زاہد اور ولی اللہ بھی تھے۔ خطیب بغدادیؒ لکھتے ہیں: ”وہ امام تھے، نیک اور ولی اللہ تھے، حدیث کے مضبوط حافظ تھے، انھوں نے بڑی تعداد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی احادیث نقل کی ہیں۔“ احمد بن سعید دارمیؒ کہتے ہیں: ”جب ابوزرعہ اپنا علمی سفر مکمل کرکے واپس اپنے شہر لوٹے تو ان کا

معمول تھا کہ اپنی مسجد کے محراب میں لمبی لمبی نوافل پڑھا کرتے تھے، اسی طرح ان کو بیس سال گزر چکے تھے کہ چند طلبہ ان سے حدیث پڑھنے کے لیے آئے اور انھوں نے دیکھا کہ ان کے محراب میں کچھ لکھا ہوا ہے، ان کو تعجب ہوا۔ انھوں نے پوچھا: "محراب میں کچھ لکھوانا کیسا ہے؟" ابوزرعہؒ نے فرمایا: "پچھلے لوگوں نے (یعنی ہمارے بزرگ اور اسلاف، صحابہ اور تابعین وغیرہم نے) اس کو پسند نہیں فرمایا"۔ انھوں نے کہا: "آپ کے محراب میں تو نقوش ہیں! کیا آپ کو نہیں معلوم؟" اس پر ابوزرعہؒ نے فرمایا: "سبحان اللہ! ایک آدمی اللہ کے آگے کھڑا ہو، اس کے دربار میں حاضر ہو اور اس کو پتا بھی چلتا ہے کہ اس کے سامنے کیا ہے۔۔!! (بھلا یہ بھی کوئی نماز ہے!)"

ان کی زندگی حدیث کے لکھنے پڑھنے اور سننے سنانے میں گزری تھی، اسی لیے ان کی موت بھی اسی بابرکت مشغلے میں واقع ہوئی اور ایسا قابلِ رشک خاتمہ نصیب ہوا جو تاریخ میں ایک منفرد حیثیت رکھتا ہے اور ساتھ ہی انتہائی ایمان افروز بھی ہے۔

قصہ یہ ہے کہ جب ابوزرعہؒ پر نزع کی حالت طاری ہوئی اور ان کے انتقال کا وقت قریب آیا تو ان کے آس پاس طلبۂ حدیث موجود تھے، جن میں سے تین کا ذکر بالخصوص کتابوں میں ملتا ہے: ایک محمد بن مسلم ابن وارہؒ، دوسرے ابو حاتمؒ اور تیسرے منذرؒ۔ حدیث شریف میں ہے کہ "اپنے مرنے والوں کو لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ کی تلقین کیا کرو۔" اس کا مطلب ہے کہ ان کے سامنے کلمہ پڑھا کرو، تاکہ وہ بھی پڑھ لیں، چناں چہ وہ حضرات یہ سوچنے لگے کہ اس حدیث پر کیسے عمل کریں؟ استاذ محترم کو تلقین کرنے کی ان میں بھلا کہاں ہمت ہوتی! جس کی ساری زندگی نبی ﷺ کی احادیث دہراتے ہوئے گزر گئی، بھلا اس کو آخری وقت میں کلمہ یاد دلایا جائے!؟ بہر حال انھوں نے طے کیا کہ ہم سب مل کر ایک حدیث کی سند دہراتے ہیں، جس میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ "جس (کی زندگی) کا آخری جملہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ہوا، وہ جنت میں داخل ہو گیا۔"

سَنَد کہتے ہیں کہ محدّث جب حدیث بیان کرے تو اپنے شیخ (استاذ) سے لے کر نبی کریم ﷺ تک اس حدیث کے نقل کرنے والے تمام لوگوں کا ذکر کرے اور اُس زمانے کی محدّثین کی یہ شان تھی کہ ان کو صرف حدیثیں ہی یاد نہیں ہوتی تھیں، بلکہ وہ ہر حدیث سَنَد سمیت یاد کرتے تھے، چناں چہ اگر ان کے سامنے کوئی سند پڑھی جائے تو وہ باسانی اس سند کی حدیث کو بھی جانچ لیتے تھے، لہٰذا ان کا مقصد یہ تھا کہ جب وہ اس حدیث کی سند دہرائیں گے تو ابوزرعہؒ فوراً اس حدیث کو جانچ لیں گے اور سند سن کر خود بخود ان کی زبان سے وہ حدیث جاری ہو جائے گی، اس طرح ان کی زندگی کا آخری جملہ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ ہو جائے گا، چناں چہ ابن وارہ نے پڑھنا شروع کیا: "ہم سے ابو عاصم نے حدیث بیان کی، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، ان سے صالح نے۔۔"

اس کے بعد ابو حاتم نے سند پڑھی: "ہم سے بندار نے حدیث بیان کی، ان سے ابو عاصم نے، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، ان سے صالح نے۔" اتنا سن کر ابوزرعہؒ نے آنکھیں کھول لیں، زبان میں حرکت آئی اور حدیث کے درس کا انداز لوٹ آیا اور پوری آب وتاب سے سند پڑھنا شروع کی: حَدَّثَنَا بُنْدَارٌ حَدَّثَنَا أَبُو عَاصِمٍ قَالَ: حَدَّثَنَا عَبْدُ الْحَمِيدِ بْنِ جَعْفَرٍ عَنْ صَالِحِ بْنِ أَبِي عَرِيبٍ عَنْ كَثِيرِ بْنِ مُرَّةَ الْحَضْرَمِيِّ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: مَنْ كَانَ آخِرُ كَلَامِهِ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ .... "ہم سے بندار نے حدیث بیان کی، ان سے ابو عاصم نے، ان سے عبدالحمید بن جعفر نے، ان سے صالح نے، ان سے کثیر بن مرّہ نے، ان سے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے، انہوں نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جس (کی زندگی) کا آخری جملہ ہوا: لَا إِلٰهَ إِلَّا اللهُ۔۔۔" یہاں تک پہنچ کر سانس اکھڑنے لگا، آواز حلق میں اٹکنے لگی، اگلے حروف کے لیے زبان ساتھ نہ دے سکی، لیکن روشن اور منوّر چہرے پر سکون اور اطمینان چھانے لگا، گویا ابوزرعہؒ نے زبانِ حال سے حدیث کا باقی جملہ پورا کیا اور شاگردوں کی آنکھوں سے نکلتی ہوئی آنسوؤں کی لڑیوں نے ان کی تصدیق کی کہ پیارے آقا ﷺ کا فرمان سچ اور حق ہے:... دَخَلَ الْجَنَّةَ"

264ھ میں ذوالحجہ کے مہینے میں بروز پیر 64 سال کی عمر میں انتقال فرمایا، ان کی وفات کے بعد بہت سے لوگوں نے ان کو خواب میں دیکھا تو بہت اچھے حال میں پایا۔ ابن وارہ ہی فرماتے ہیں: "میں نے استاذ محترم کو خواب میں دیکھا تو خیریت دریافت کی، فرمانے لگے: "میں ہر حال میں اللہ تعالی کا بے حد شکر گزار ہوں، اللہ تعالی کے دربار میں میری پیشی ہوئی اور سامنے کھڑا ہوا تو ارشاد خداوندی ہوا: "اے عبید اللہ! تم نے میرے بہت سے بندوں کی کمیوں کو ظاہر کیا تھا، ایسا کیوں کیا تھا؟" میں نے کہا: "اے باری تعالی! انھوں نے آپ کے دین میں تبدیلیاں کرڈالی تھیں، اس لیے میں نے ان کی حقیقت کو بیان کیا تھا۔" ارشاد فرمایا: "تم نے سچ کہا۔" اس کے بعد ارشادِ خداوندی ہوا: "عبید اللہ کو اس کے ساتھیوں سے ملادو، ابوعبداللہ سے، ابوعبداللہ سے، ابوعبداللہ سے۔ یعنی سفیان ثوریؒ سے، امام مالکؒ سے اور امام احمد بن حنبلؒ سے۔"

حفص بن عبداللہ کہتے ہیں: "مجھے شدید چاہت تھی کہ ابوزرعہ رازیؒ سے میری ملاقات ہو جائے اور ان سے شرفِ تلمّذ حاصل کروں، لیکن ان سے ملاقات کرنا میری قسمت میں نہیں تھا، چناں چہ میں جب ان کے علاقے ری پہنچا تو مجھے ان کی وفات کی خبر ملی، پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ وہ آسمانوں میں فرشتوں کو نماز کی امامت کرا رہے ہیں۔ میں نے پوچھا: "آپ عبید اللہ بن عبدالکریم ہیں؟" فرمانے لگے: "جی ہاں!" میں نے کہا: "آپ اس مرتبے تک کیسے پہنچے؟" انھوں نے فرمایا: "میں نے اپنے اس ہاتھ سے نبی کریم ﷺ کی دس لاکھ احادیث مبارکہ لکھی ہیں اور ہر حدیث میں پیارے آقا نبی کریم ﷺ کا نامِ گرامی آتا تو میں ان پر درود بھیجتا اور نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے: "جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا، اللہ تعالی اس پر دس رحمتیں نازل فرماتے ہیں۔" (جب اللہ تعالی کی اتنی رحمتیں ملیں گی تو یہ مرتبہ حاصل ہونا کیا بعید ہے!)

قارئین کرام! یہ ساری عزّتیں اور رِفعتیں، بلندیاں اور سعادتیں ابوزرعہؒ کو اس بابرکت مشغلے کی بدولت ملی، جس کو انھوں نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا، اِس زمانے میں دینی مدارس میں پڑھنے والے طلبا کو ابوزرعہؒ اور ان جیسے دیگر محدّثین سے کچھ نہ کچھ مشابہت ضرور ہے کہ ان کی صبح وشام بھی نبی کریم ﷺ کی احادیث پڑھنے پڑھانے میں گزرتی ہیں، اللہ تعالی ہم سب طلبہ کو بھی پیارے آقا ﷺ کے گراں قدر ارشادات سے کچھ نہ کچھ مناسبت نصیب فرمادیں کہ یہی دنیا میں سعادت وخوش بختی کا ذریعہ اور آخرت میں نجات وکامیابی کا زینہ ہے۔ آمین!

قسط نمبر 3

مجھ کو دیکھیں گے رسولِ خدا ﷺ

جنید حسن

وہاں سے ہم مسجدِ حرام پہنچے تو عشاء کی اذان ہو رہی تھی۔ شُرطے اور نگران مسجد کے بیرونی صحن کے ساتھ بنے ہوئے داخلی دروازوں کو بند کر چکے تھے۔ یہ وہاں کا معمول تھا، لیکن اللہ نے مدد کی اور ہمیں سمجھ آگیا کہ تعمیر شدہ کنگ فہد ایسکلیٹر (King Fahad Escalator) گیٹ نمبر 91 (اس گیٹ کے قریب پتلی سی تین منزلہ عمارت ہے) کے ذریعے مسجد کی بیسمنٹ اور اوپری فلورز تک لے جاتے ہیں اور وہ کھلے رہتے ہیں۔ ہم وہاں سے مسجد کے اندر پہنچے اور نماز باجماعت میں شامل ہوگئے۔

پاکستان سے ہی میں غارِ حرا کی زیارت کے شوق کا جذبہ لے کر آیا تھا۔ میں نے گھر والوں سے طے کر لیا تھا کہ اگلے دن وہ جائیں یا نہ جائیں، البتہ میں غارِ حرا کی طرف جاؤں گا ان شاء اللہ! وقت ہم نے آج بھی عصر کی نماز کے بعد کا طے کیا تھا۔ صبح سے عبادت اور ناشتہ، معمول کے مطابق رہے، یہاں تک کہ عصر پڑھ کر میں اکیلے ہی حرم سے نکلا اور کل والی جگہ سے ٹیکسی کرائے پر لی، جس پر لکھا ہوا ہوتا ہے ''اُجرَہ''۔ اس مرتبہ ڈرائیور عربی تھا۔ میں ٹیکسی میں جبلِ نور پہنچا تو کل کی طرح مجھے توقع تھی کہ اوپر سڑک پر کہیں اُتروں گا، مگر اس نے مجھے نیچے ہی اتار دیا۔ میں عربی گفتگو میں بے ہُنر تھا، چناں چہ فی الجملہ اصرار نہ کر سکا اور اتر کر پیدل چل پڑا۔ پہاڑ پر اوپر جاتی سڑک کے دونوں طرف مکانات بنے ہوئے تھے۔ اُس پکّی سڑک کی عمودی چڑھائی، مجھے جتنی مشقت طلب محسوس ہوئی، اُتنی پہاڑ کے اوپر کی چڑھائی بھی نہ لگی، حالاں کہ یہ چڑھائی تو کوئی 10 منٹ کی ہوگی۔ ٹیکسیاں اور پرائیویٹ گاڑیاں اوپر جا رہی تھیں، یہاں تک کہ پکّی سڑک ختم ہوگئی اور پہاڑ کی اصل چڑھائی شروع ہوئی۔ غارِ حرا تک جانے کے لیے پہاڑ پر اونچی نیچی سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں، جو بل کھاتی ہوئی چوٹی تک جاتی تھیں۔ راستے میں بعض کھلی جگہوں پر تھوڑے تھوڑے فاصلے کے بعد باقاعدہ بینچ بھی لگے ہوئے ہیں، جہاں لوگ رک کر سانس لیتے ہیں یا پھر کچھ کھا پی کر آگے بڑھ جاتے ہیں۔ بہر حال... میں اس مقام کی طرف بڑھ رہا تھا، جسے وہ اعزاز ملا کہ باری تعالیٰ نے اسے نبیوں کے امام حضرت محمد ﷺ پر آغازِ نزولِ قرآن کے لیے منتخب فرمایا اور ملائکہ کے امام حضرت جبرائیل علیہ السلام کو وحی دے کر بھیجا۔ واقعی کیا بات ہوگی جبلِ نور کے اس مقامِ نور کی، جہاں یہ دونوں امام کلامِ الٰہی کے لیے یکجا ہوئے۔ پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا تو پتا چلا کہ اب دوسری جانب سیڑھیوں سے تھوڑا نیچے اترنا ہے، پھر غار تک پہنچ سکوں گا۔ غار کا دہانہ اور اس کے آگے لوگوں کی قطار اوپر سے ہی نظر آگئی تھی۔ میں آگے جا کر نیچے اترا تو معلوم ہوا کہ غار تک پہنچنے کے لیے ایک تنگ جگہ سے گزرنا پڑے گا۔ دراصل بڑے بڑے وزنی پتھروں سے پٹی ہوئی ایک گزرگاہ ہے، جس میں سیدھا کھڑا ہونا بھی مشکل ہے اور اس کے عین درمیان میں دو پتھر یوں ملے ہوئے ہیں کہ اس کے دونوں جانب نہایت تنگ جگہیں رہ جاتی ہیں، جو اوّل مجھے جِھریاں نُما لگ رہی تھیں۔ کسی نے عقب سے کہا کہ بائیں طرف سے نکل جاؤ۔ میں نے کوشش کی اور پار ہوگیا۔ بعد میں غور سے دیکھا تو پتا چلا کہ چھوٹا بڑا، دُبلا موٹا، غرض ہر قسم کا شخص ان ہی تنگ جگہوں سے گزرتا ہوا دکھائی دیا۔

غار کے دہانے پر قطار تھی۔ میں بھی کھڑا ہوگیا۔ غار چوں کہ اندر سے بھی چھوٹا ہے اور دہانے سے بھی، لہٰذا ایک وقت میں زیادہ سے زیادہ دو آدمی اندر جا کر زیارت کر رہے تھے۔ جگہ اتنی تنگ تھی کہ آگے کھڑے مرد کے شانے کے پار دیکھنا دشوار تھا۔ اندر جانے والے کافی دیر لگا رہے تھے۔ آہستہ آہستہ آگے پہنچا تو دیکھا کہ لوگ اندر جا کر نفل بھی پڑھ رہے ہیں۔ باہر سے لوگوں نے صدا بھی لگائی کہ جلدی کریں اور صرف زیارت کر کے باہر آجائیں، دوسروں کو بھی موقع دیں۔ نیز...! اس غار میں کرنے کی کوئی مخصوص عبادت کسی حدیث یا صحابہ کرام کے عمل سے ثابت نہیں ہے، بلکہ میں نے بھی کبھی یہ نہ کہیں پڑھا نہ سنا کہ کوئی صحابیٔ رسول ﷺ اس غار کی زیارت کے لیے گئے ہوں، چناں چہ میرا بھی ارادہ یہی تھا کہ صرف زیارت کر کے دوسروں کو موقع دوں۔ بالآخر میں دہانے تک پہنچ گیا۔ میرے آگے والے شخص کے باہر آتے ہی ایک دم میں نے خود کو جائے تفکر و تدبر الی الحق پر بیٹھا ہوا پایا۔ میں تحیر اور خود رفتگی کی کیفیت میں تھا۔ اِک خیال وارد ہوا کہ اس چھوٹی سی جگہ کے ساتھ دیوار، جو ذرا آڑھی اوپر کو گئی ہے، شاید یہاں رسول اللہ ﷺ نے ٹیک لگائی ہو؟ یہ سوچ کر میں نے وہاں ٹیک لگائی اور ایک احساس تلے درود پڑھنے لگا۔ درود پڑھ کر میں دائیں طرف ذرا سی پیچھے کو بنی جگہ کی طرف کِھسک گیا اور میری جگہ دوسرے آدمی نے سنبھال لی۔ وہاں بھی میں نے دیوار سے ٹیک لگائی اور اسی طرح درود پڑھ کر ایک منٹ کے اندر اندر باہر آگیا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔

(جاری ہے)

Zaiby Jewellers
SADDAR
BEAUTIFUL, MASTERFUL DESIGN
NEVER GOES OUT OF FASHION
Zaibunnisa Street, Saddar, Karachi Tel: 021-35215455, 35677786
Email: zaiby.jeweller@gmail.com

مسائل پوچھیں اور سیکھیں

مفتی محمد توحید

نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی

سوال: کیا نئے عیسوی سال کی آمد پر خوشی منانا جائز ہے؟

جواب : واضح رہے کہ یہ عیسائیوں کی رسم ہے اور مسلمان جہالت کی وجہ سے مناتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو سزا کیوں دیتے ہیں، جبکہ وہ والدین سے زیادہ شفیق ہیں؟

سوال: جب بھی مجھے جزا و سزا کا خیال آتا ہے، میں سوچتا ہوں کہ ہم تو اُس اللہ کے بندے ہیں جو اپنے بندوں سے والدین سے بھی کہیں زیادہ محبت کرتے ہیں، چناں چہ ہم دنیا میں دیکھتے ہیں کہ والدین اولاد کی معمولی پریشانی اور تکلیف پر تڑپ اٹھتے ہیں، اولاد کتنی ہی سرکش و نافرمان ہو، والدین ان کے لیے دعا ہی کرتے ہیں "تکلیف اولاد کو ہو، دُکھ ماں محسوس کرتی ہے، والدین اولاد کو دکھی کبھی نہیں دیکھ سکتے۔ آپ نے یہ واقعہ پڑھا ہو گا کہ ایک شخص اپنی محبوبہ کے کہنے پر اپنی ماں کو قتل کر کے اس کا دل لے جا رہا تھا، راہ میں اسے ٹھوکر لگی، ماں کے دل سے آواز آئی: بیٹا! کہیں چوٹ تو نہیں لگی؟ یہ واقعہ اولاد کی محبت کی پوری عکّاسی کرتا ہے۔

اب ہم دیکھتے ہیں اللہ تعالیٰ نے دنیا بنائی جس میں امیر غریب، خوبصورت، بدصورت، اپاہج و معذور ہر قسم کے لوگ پیدا کیے، لوگوں کو خوشیاں اور دکھ بھی دیے، کچھ کو مسلمانوں میں پیدا کیا، کچھ کو کفار میں، مرنے کے بعد عذاب و ثواب رکھا، جزا جتنی خوب صورت، سزا اتنی ہی خطرناک، رونگٹے کھڑے کر دینے والی مسلسل اذیت دینے والی سزائیں، جن کی تلافی بھی اس وقت ناممکن ہو گی، روح نکلتے وقت، قبر و حشر، غرض ہر جگہ قدم قدم پر سزائیں۔۔۔! مجھے تو یہ دنیا بھی عذاب ہی لگتی ہے، آپ دل پر ہاتھ رکھ کر بتائیں کہ کیا ہر کوئی دنیا کو مسافر خانہ سمجھ سکتا ہے؟ دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر زندگی کون گزار سکتا ہے؟ پھر جو انسان کو بنا کر اتنی پابندی کے ساتھ دنیا میں بھیجا، اسے طرح طرح کی آزمائشوں میں ڈالا گیا۔ یہ سب عذاب نہیں ہے تو اور کیا ہے؟ جو انسان کافروں کے گھر میں پیدا ہوئے، انھیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ ہر شخص تو مذہب کا علم نہیں رکھتا؟

اللہ تعالیٰ کا والدین سے زیادہ شفیق اور مہربان ہونے کے باوجود اپنے بندوں کے ساتھ یہ معاملہ میری سمجھ میں نہیں آتا، جب بھی میں عذاب کے بارے میں سوچتا ہوں، میرے ذہن میں یہ سب خیالات ضرور آتے ہیں، اللہ کا واسطہ! مجھے سمجھائیں! کہیں میری یہ سوچ میرے لیے تباہ کن ثابت نہ ہو۔

جواب: واضح رہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر والدین سے زیادہ رحیم و شفیق ہے۔ حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت کے سو حصّے کیے، ایک حصّہ دنیا میں نازل فرمایا، حیوانات اور درندے تک جو اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں، وہ اسی رحمتِ الٰہی کے سو میں سے ایک حصّے کا اثر ہے اور یہ حصّہ بھی ختم نہیں ہوا، بلکہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس حصّۂ رحمت کو بھی باقی ننانوے حصّوں کے ساتھ ملا کر اپنے بندوں پر کامل رحمت فرمائیں گے۔

اس کے بعد آپ کے دو سوال ہیں۔

ایک یہ کہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندوں پر تکلیفیں اور سختیاں کیوں آتی ہیں؟

اور **دوم** یہ کہ آخرت میں گناہ گاروں کو عذاب کیوں ہو گا؟

جہاں تک دنیا کی سختیوں اور تکلیفوں کا تعلق ہے، یہ بھی اللہ تعالیٰ کی سراپا رحمت ہیں۔ حضرات عارفین اس کو خوب سمجھتے ہیں۔ ہم اگر ان پریشانیوں اور تکلیفوں سے نالاں ہیں تو محض اس لیے کہ ہم اصل حقیقت سے آگاہ نہیں۔ بچہ اگر پڑھنے لکھنے میں کوتاہی کرتا ہے تو والدین اس کی تادیب کرتے ہیں، وہ نادان سمجھتا ہے کہ ماں باپ بڑا ظلم کر رہے ہیں، اگر کسی بیماری میں مبتلا ہو تو والدین اس سے پرہیز کراتے ہیں، اگر خدانخواستہ اس کے پھوڑا نکل آئے تو والدین اس کا آپریشن کراتے ہیں، وہ چیختا ہے اور اس کو ظلم سمجھتا ہے، بعض اوقات اپنی نادانی سے والدین کو بُرا بھلا کہنے لگتا ہے۔ ٹھیک اسی

طرح اللہ تعالیٰ کی جو عنایتیں بندے پر اس رنگ میں ہوتی ہیں، بہت سے کم عقل ان کو نہیں سمجھتے، بلکہ حرفِ شکایت زبان پر لاتے ہیں، لیکن جن لوگوں کی نظرِ بصیرت صحیح ہے، وہ ان کو الطافِ بے پایاں (بڑی رحمت) سمجھتے ہیں، چناں چہ حدیث میں ہے کہ ”جب اہلِ مصائب کو ان کی تکالیف و مصائب کا اجر قیامت کے دن دیا جائے گا تو لوگ تمنّا کریں گے کہ کاش! یہ اجر ہمیں عطا کیا جاتا، خواہ دنیا میں ہمارے جسم قینچیوں سے کاٹے جاتے۔“ لہٰذا بندہ مومن کو اللہ تعالیٰ کی رحیمی و کریمی پر نظر رکھنی چاہیے، دنیا کے آلام و مصائب سے گھبرانا نہیں چاہیے، بلکہ یوں سمجھنا چاہیے کہ یہ داروئے تلخ (کڑوی دوا) ہماری صحت و شفا کے لیے تجویز کیا گیا ہے۔

اگر بالفرض ان آلام و مصائب کا کوئی اور فائدہ نہ بھی ہوتا، نہ ان سے ہمارے گناہوں کا کفارہ ہوتا، نہ یہ ہماری ترقیِ درجات کا موجب ہوتے اور نہ ان پر اجر و ثواب عطا کیا جاتا، تب بھی ان کا یہی فائدہ کیا کم تھا کہ ان سے ہماری اصل حقیقت کھلتی ہے کہ ہم بندے ہیں، خدا نہیں! اگر ان تکالیف و مصائب کا سلسلہ نہ ہوتا تو یہ دنیا بندوں سے زیادہ خدا کہلانے والے فرعونوں سے زیادہ بھری ہوئی ہوتی۔ یہی مصائب و آلام ہیں جو ہمیں جادۂ عبدیت (بندگی کی حدود) پر قائم رکھتے ہیں اور ہماری غفلت و مستی کے لیے تازیانہ عبرت بن جاتے ہیں اور پھر حق تعالیٰ تو محبوبِ حقیقی ہیں اور ہم ان سے محبت کے دعوے دار! کیا محبوبِ حقیقی کو اس ذرا سے امتحان کی بھی اجازت نہیں، جس سے مُحبِ صادق اور غلط مدعی کے درمیان امتیاز ہو سکے۔۔۔؟

اور پھر اس پر بھی نظر رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہوتا، اب جو ناگوار حالات ہمیں پیش آتے ہیں ضرور ان میں بھی کوئی حکمت ہوگی اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ان میں اللہ تعالیٰ کا کوئی نفع نہیں، بلکہ صرف اور صرف بندوں کا نفع ہے، اگرچہ اپنے ناقص علم و فہم سے ہم اس نفع کو محسوس نہ کر سکیں۔ الغرض ان مصائب و آلام میں اللہ تعالیٰ کی ہزاروں حکمتیں اور رحمتیں پوشیدہ ہیں اور جس کے ساتھ جو معاملہ کیا جا رہا ہے، وہ عین رحمت و حکمت ہے۔

رہا آخرت میں مجرموں کو سزا دینا! تو اوّل تو ان کا مجرم ہونا ہی سزا کے لیے کافی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو اپنی رحمت کے دروازے کھلے رکھے تھے، اس کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا تھا، اپنی کتابیں نازل کی تھیں اور انسان کو بُرے بھلے کی تمیز کے لیے عقل و شعور اور ارادہ و اختیار کی نعمتیں دی تھیں تو جن لوگوں نے اللہ تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کو اللہ تعالیٰ کی بغاوت، انبیائے کرام علیہم السلام کی مخالفت، کُتبِ الٰہیہ کی تکذیب اور اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کے مقابلے میں خرچ کیا، انھوں نے رحمت کے دروازے خود اپنے ہاتھ سے اپنے اوپر بند کر لیے تو ایسے لوگوں پر ترس کھانے کا کوئی معنیٰ نہیں بنتا۔ علاوہ ازیں اگر ان مجرموں کو سزا نہ دی جائے تو اس کے معنیٰ اس کے سوا اور کیا ہیں کہ اللہ کی بارگاہ میں مومن و کافر، نیک و بد، فرماں بردار و نافرمان، مطیع اور عاصی ایک ہی پلڑے میں تُلتے ہیں۔ یہ خدائی نہ ہوئی، اندھیر نگری ہوئی! الغرض آخرت میں مجرموں کو سزا اس لیے بھی قرینِ رحمت ہوئی کہ اس کے بغیر مطیع اور فرماں بردار بندوں سے انصاف نہیں ہو سکتا۔

یہ نکتہ بھی ذہن میں رہنا چاہیے کہ آخرت کا عذاب کفار کو تو بطورِ سزا ہوگا، لیکن گناہ گار مسلمانوں کو بطورِ سزا نہیں، بلکہ بطورِ تطہیر (گناہوں سے صفائی) ہوگا، نیز بہت سے گناہ گار ایسے ہوں گے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ان کے گناہوں اور سیاہ کاریوں کے دفتر کو دھو ڈالے گی اور بغیر عذاب کے انھیں معاف کر دیا جائے گا۔

الغرض جنّت پاک جگہ ہے اور پاک لوگوں کے ہی شایانِ شان ہے، جب تک گناہوں کی گندگی اور آلائش سے صفائی نہ ہو، وہاں کا داخلہ میسر نہیں آئے گا اور پاک صاف کرنے کی مختلف صورتیں ہوں گی، جس کے لیے جو صورت تقاضائے رحمت ہوگی، وہ اس کے لیے تجویز کر دی جائے گی، اس لیے بزرگوں کا کہنا ہے کہ آدمی کو ہمیشہ ظاہری و باطنی طہارت کا اہتمام رکھنا چاہیے اور گناہوں سے ندامت کے ساتھ توبہ و استغفار کرتے رہنا چاہیے۔

رہا آپ کا یہ شبہ کہ دنیا کو کون سرائے (مسافر خانہ) سمجھ سکتا ہے اور دنیا کی رنگینی کو چھوڑ کر کون زندگی گزار سکتا ہے؟ میرے بھائی! یہ ہم جیسے لوگوں کے لیے، جن کی آنکھوں پر غفلت کی سیاہ پٹیاں بندھی ہیں، واقعی بہت مشکل ہے! اپنے مشاہدے کو جھٹلانا اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات پر اپنے مشاہدے سے بڑھ کر یقین کرنا، خاص توفیق و سعادت کے ذریعے ہی میسر آ سکتا ہے، لیکن کم سے کم اتنا تو ہونا چاہیے کہ ہم آپس میں ایک دوسرے کی بات پر جتنا یقین و اعتماد رکھتے ہیں، کم سے کم اتنا ہی یقین و اعتماد اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب ﷺ کے ارشاد پر رکھیں۔ دیکھیے! اگر کوئی معتبر آدمی ہمیں یہ خبر دیتا ہے کہ فلاں کھانے میں زہر ملا ہوا ہے تو ہم اس شخص پر اعتماد کرتے ہوئے اس زہر آمیز کھانے کے قریب بھی نہیں پھٹکیں گے اور بھوکوں مرنے کو زہر کھانے پہ ترجیح دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ ہمیں دنیا کو یکسر چھوڑنے کی تعلیم نہیں فرماتے، بلکہ صرف دو چیزوں کی تعلیم فرماتے ہیں: ایک دنیا میں رہتے ہوئے کسبِ حلال کرو، جن جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے حرام اور ناجائز قرار دیا ہے، ان سے پرہیز کرو، کیوں کہ یہ زہر ہے جو تمھاری دنیا و آخرت کو برباد کر دے گا اور اگر غفلت سے اس زہر کو کھا چکے ہو تو فوراً توبہ و ندامت اور استغفار کے تریاق سے اس کا تدارک کرو۔

اور دوسری تعلیم یہ ہے کہ دنیا میں اتنا انہماک نہ کرو کہ آخرت اور مرنے کے بعد کی زندگی کی تیاری سے غافل ہو جاؤ، دنیا کے لیے محنت ضرور کرو، مگر صرف اتنی جس قدر کہ دنیا میں رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس قدر محنت کرو جتنا کہ آخرت میں تمھیں رہنا ہے۔ دنیا کی مثال شِیرے کی ہے، جس کو شیریں اور لذیذ سمجھ کر مکھی اس پر جا بیٹھتی ہے، لیکن پھر اس سے اٹھ نہیں سکتی، تمھیں شیرۂ دنیا کی مکھی نہیں بننا چاہیے۔

اور آپ کا یہ شبہ کہ جو لوگ کافروں کے گھر میں پیدا ہوئے، انھیں کس جرم کی سزا ملے گی؟ اس کا جواب میں اوپر عرض کر چکا ہوں کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے سیاہ و سفید کی تمیز کے لیے بینائی عطا فرمائی ہے، اسی طرح صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لیے عقل و فہم اور شعور کی دولت بخشی ہے، پھر صحیح اور غلط کے درمیان امتیاز کرنے کے لیے انبیائے کرام علیہم السلام کو بھیجا ہے، کتابیں نازل فرمائی ہیں، شریعت عطا فرمائی ہے، یہ سب کچھ اس لیے ہے کہ تاکہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کی حجّت پوری ہو جائے اور وہ کل عذر نہ کر سکیں کہ ہم نے کافر باپ دادا کے گھر جنم لیا تھا اور ہم آنکھیں بند کر کے انھی گمراہوں کے نقشِ قدم پر چلتے رہے۔

آخر میں عرض یہ ہے کہ ہم سب اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں اور بندے کا کام صرف بندگی کرنا ہے اور بس! ہم صرف اس کام میں لگیں جو ہمارے ذمّے لگایا گیا ہے، یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کو پورا کرنا اور ان معاملات میں نہ سوچیں جو ہمارے سپرد نہیں۔ ایک گھسیارہ اگر رموزِ مملکت و جہاں بانی کو نہیں سمجھتا تو یہ مُشتِ خاک (انسان) رموزِ خداوندی کو کیا سمجھے گا؟ پس اس دیوار سے سر پھوڑنے کا کیا فائدہ جس میں ہم سوراخ نہیں کر سکتے اور جس کے پار جھانک کر نہیں دیکھ سکتے؟ اللہ تعالیٰ ہمیں سلامتیِ فکر اور فہمِ دین نصیب فرمائیں! آمین۔

باورچی خانہ اور ہماری صحت

ایک طلسماتی پودا

غذائی وادویاتی خصوصیات

● حکیم شمیم احمد

تعارف

سُہانجنہ کو عربی میں المورینجااور انگریزی میں Moringa کہتے ہیں۔اس کا نباتاتی نام MoringaOleifera ہے۔یہ پاکستان کے ہر علاقے میں پیدا ہوتا ہے۔
اس کی جڑسے لے کر پتّوں اور شاخوں سے لے کر پھل تک کوئی ایک حصہ بھی ایسا نہیں ہے جو انسانی صحت کے لیے مفید اور غذائیت سے بھر پور نہ ہو۔
سبزی منڈیوں میں کبھی کبھار یہ فروخت ہوتی نظر بھی آتی ہیں، مگر لاعلمی کے باعث بہت کم افراد ایسے ہوں گے جنھیں اس پودے کی طلسماتی غذائی اور دوائی افادیت کا علم ہو گا۔
اس میں فولاد، کیلشیم، سوڈیم، روغن اور نشاستہ دار اجزا کے علاوہ حیاتین 'ب' اور 'ج' بھی قدرت نے سمودیے ہیں۔
ماہِ اپریل میں پھول جھڑنے کے بعد ان کی جگہ پھلیاں لگتی ہیں۔مئی میں دو انچ بھر موٹی اور تکونی ہو جاتی ہیں۔
ان پھلیوں کے کٹاؤ والے حصّے پر تربوز کے بیجوں کے مشابہ دانے لگتے ہیں۔یہی تخم زمین میں بونے سے نئے پودے اُگتے ہیں۔

سُہانجنہ کرے ہاضمہ

سُہانجنہ کے ننھے ننھے سفید پھولوں کو گوشت، سالم مونگ اور پتّوں کے ساتھ ملا کر سالن پکانا ہمارے ہاں صدیوں سے رائج ہے،
جو نظامِ ہضم کے لیے مفید اور پیٹ درد (ریحی) دور کرنے کے لیے بہت مفید ہے۔
نسخہ : پھولوں میں دُگنی کھانڈ یا شکر ملا کر ہاتھوں سے مل لیں اور شیشے کے مرتبان میں ڈال کر منہ بند کر کے ایک ہفتے تک دھوپ میں رکھیں تو گُلقند تیار ہے۔
روزانہ صبح ایک تولہ یہ گُلقند دودھ یا عرقِ بادیان کے ساتھ پانچ سے چھ ہفتے مسلسل استعمال کرایا جائے بفضلہ تعالیٰ شفا ملے گی۔
یہ گُلقند اس کے علاوہ قبض، ریح، اپھارہ، ڈر، خوف، مایوسی اور مالیخولیا، جوڑوں کے درد، وَرم، سُستی اور بدن سُن ہو جانے والے مریضوں کے لیے انتہائی مفید ہے۔

سُہانجنہ اور ناریل

سُہانجنہ کے تازہ پتّوں کا رس اور کچے ناریل کا پانی ایک چمچہ شہد میں ملا کر دن میں دو یا تین بار مریض کو پلائیں۔یہ ہیضے، پیچش، اسہال، بڑی آنت کی سوزش اور یرقان کا مؤثر علاج ہے۔ گرمیوں میں یہ رَس کھیرے کے سلاد پر ڈال کر کھائیں، تیزابیت کم کرتا ہے۔

سُہانجنہ کے بیج سے پانی صاف وشفّاف

سُہانجنہ کے بیجوں سے عمدہ قسم کا شفّاف تیل حاصل کرنے کے بعد جو بیجوں کی کھلی بچ جاتی ہے۔اسے پانی صاف کرنے کے کام میں لایا جاسکتا ہے۔
جی ہاں ! اس کی انتہائی دل چسپ خوبی اس کے پانی صاف کرنے کی صلاحیت ہے، جس سے پاکستان سمیت جنوبی ایشیا کے دیگر ممالک کے اکثر لوگ ناواقف ہیں۔
نسخہ : سُہانجنہ کے 2 گرام بیجوں کا پاؤڈر 10 لیٹر پانی میں مکس کر کے رکھ دیں، 10 گھنٹے بعد پانی نتھار لیں۔
99 فیصد جراثیم کا خاتمہ ہو جائے گا اور زہریلے نمکیات، مٹی وغیرہ نیچے بیٹھ جائیں گے۔اس طرح بہترین پینے کا پانی میسر آجائے گا۔

سانس کی بیماریاں اور سہانجنے کا شوربہ

سانس کی بیماریوں میں سُہانجنہ کے پتّوں کا شوربہ پینا مفید ہے: مثلاً دمہ' پرانی کھانسی اور تپ دق

نسخہ : ڈیڑھ گلاس پانی میں مٹھی بھر پتّے ڈال کر پانچ منٹ تک اُبالیں' ٹھنڈا ہونے پر تھوڑا سا نمک' کالی مرچ اور لیموں کا رس شامل کر لیں' پتّوں اور پھولوں کا شوربہ گلے' چھاتی اور جلد کے انفیکشن کو تحفّظ دیتا ہے۔

ہائی بلڈ پریشر اور سہانجنہ

ہائی بلڈ پریشر کے مریض اسی گلقند میں سونٹھ' زیرہ سیاہ' خشک دھنیا ایک سے تین گرام ملا کر کھائیں۔

سُہانجنہ کے فوائد

1 سُہانجنہ کے تیل سے گاڑیوں کا ایندھن بنایا جا رہا ہے۔

2 سُہانجنہ سے ادویات اور میک اپ کا سامان بھی بنایا جا رہا ہے۔

3 سُہانجنہ کے پھول اور پھلیاں غذائیت سے بھرپور اور لذیز ترین سبزیاں ہیں۔

4 سُہانجنہ کے بیج کا تیل زیتون کے تیل کی طرح بہترین خوردنی روغن ہے۔

5 سُہانجنہ کے پھولوں کا گُلقند جوڑوں کے درد اور ورم کی شکایت میں بھی مفید ہے۔

6 سُہانجنہ کے پتّوں میں دودھ سے دوگنا زیادہ پروٹین اور چار گنا زیادہ کیلشیم ہے۔

7 سُہانجنہ میں حرارے کم مقدار میں ہوتے ہیں' لہٰذا فربہ لوگ بھی استعمال کر سکتے ہیں۔

8 سُہانجنہ کے پتّوں سے تیار شدہ صحت بخش صابن بھی تیار کیا جاتا ہے۔

9 ترقی یافتہ ممالک میں سُہانجنہ سے قدرتی غذائی ٹانک' انرجی ڈرنک' ادویات تیار کی جاتی ہیں۔

10 سُہانجنہ کے تازہ پتّوں اور لیموں کا رس چہرے پر لگانے سے کیل مہاسے اور جھائیاں ختم ہو جاتی ہیں۔

11 سُہانجنہ کی پھلیوں کا اچار درد' ریح اور گیس کے مریضوں کو لذّت کے علاوہ شفا بھی دیتا ہے۔

12 سُہانجنہ کو چارے کے طور پر استعمال کرنے سے جانوروں کا دودھ تیس سے چالیس فیصد تک بڑھ جاتا ہے۔

13 ترقی پذیر ممالک سُہانجنہ کے خشک پتّوں کا سفوف غذائی کمی کو پورا کرنے کے لیے استعمال کروا رہے ہیں۔

14 سُہانجنے میں ایسے جراثیم کُش عناصر بھی پائے جاتے ہیں جو ہیضہ' ٹی بی' ایڈز' ذیابطیس اور امراضِ قلب میں مفید ہیں۔

15 سُہانجنے کے پتّوں کا عرق فصلوں پر اسپرے کرنے سے پیداوار چالیس فیصد تک بڑھ جاتی ہے اور موسمی اور فضائی آلودگی کے خلاف قوتِ مدافعت بھی بڑھ جاتی ہے۔

16 سُہانجنے کے پتّوں میں گاجر سے چار گنا زیادہ وٹامن' اے' سنگترے سے سات گنا زیادہ وٹامن' سی' کیلے سے تین گنا زیادہ پوٹاشیم اور دہی سے دوگنا زیادہ پروٹین پائی جاتی ہے

17 سہانجنے کے پھولوں کو دودھ میں ابال لیں' یہ مشروب طاقت و توانائی کا خزانہ ہے۔ عورتوں اور مردوں کا غیر فطری بانجھ پن دور کرتا ہے۔

18 سُہانجنے کے پتّے شیر خوار اور چھوٹے بچوں کے لیے بہترین ٹانک کا کام کرتے ہیں۔ بہتر نتائج کے لیے پتّوں کا رس ایک چمچ نکال کر چھان لیں' پھر اس میں دودھ اور چینی ملا کر پلائیں۔

19 سُہانجنہ خون صاف کرنے کا عمل بھی موثر انداز سے سرانجام دیتا ہے۔

20 پتوں کے رس اور دودھ والا مشروب اگر حاملہ خواتین بھی باقاعدگی سے استعمال کریں تو ان کو کیلشیم' فولاد اور حیاتین کی ضروریات احسن طریقے سے پوری ہو سکتی ہیں اور وِلادت سے پہلے اور بعد کی پیچیدگیوں سے بھی تحفّظ مل سکتا ہے۔

21 سُہانجنہ ہڈیوں کو مضبوط اور صحت مند بنانے کے لیے موثر مشروب ہے۔

سانس کی بیماریاں اور سہانجنے کا شوربہ

سانس کی بیماریوں (دمہ' پرانی کھانسی' تپ دِق) میں سُہانجنہ کے پتّوں کا شوربہ پینا مفید ہے۔ نسخہ : ڈیڑھ گلاس پانی میں مٹھی بھر پتّے ڈال کر پانچ منٹ تک اُبالیں' ٹھنڈا ہونے پر تھوڑا سا نمک' کالی مرچ اور لیموں کا رس شامل کر لیں' پتّوں اور پھولوں کا شوربہ گلے' چھاتی اور جلد کے انفیکشن کو تحفّظ دیتا ہے۔

سُہانجنہ کرے پتھری ریزہ ریزہ

نسخہ : آدھی چھٹانک تازہ یا خشک پھلیاں ایک پیالی پانی میں بھگو دیں، صبح نرم ہو جانے پر دو چھٹانک گوکھرو کے ساتھ گوشت یا قیمے میں پکا لیں اور پھر دو سے تین ہفتے تک کھائیں۔ گردے یا مثانے کی پتھری ریزہ ریزہ ہو کر نکل جائے گی۔ (گوکھرو کو پنجابی میں بھکڑا کہتے ہیں)

سہانجنے اور بے شمار نامعلوم جڑی بوٹیوں میں کمال کی غذائیت اور طبّی افادیت

خالقِ کائنات نے اس دنیا میں کوئی چیز بھی بے فائدہ پیدا نہیں کی۔ انسان جدید ترین ذرائع' بے پناہ سہولیات اور علم کی انتہائی بلندیوں کو چھونے کے باوجود ابھی تک قدرت کی پیدا کی ہوئی نباتات سے بہت کم فائدہ حاصل کر سکا ہے۔ قدرت نے سُہانجنہ کے درخت کے ہر حصّے میں کمال کی غذائیت اور طبّی افادیت رکھی ہے' جو دنیا کے شاید ہی کسی مہنگے سے مہنگے پھل اور اناج میں ہو۔ اس کے خشک پتّوں کا صرف 50 گرام سفوف کھانے سے دن بھر کے لیے اہم غذائی اجزا جیسے پروٹین' کیلشیم' پوٹاشیم اور وٹامنز کی زیادہ تر ضرورت پوری ہو جاتی ہے۔ اس پودے میں بے شمار اینٹی الرجک اور دیگر ادویاتی اجزا پائے جاتے ہیں۔ دنیا میں اب بھی بے شمار ایسے پودے' درخت' جڑی بوٹیاں اور نباتات موجود ہیں' جس کی افادیت کے حوالے سے انسان ابھی تک لاعلم ہے۔ ایک ایسا ادارہ ضرور ہونا چاہیے' جو اپنے اپنے علاقے میں پیدا ہونے والی ہر قسم کی جڑی بوٹیوں' پھلوں اور پھولوں کے پودوں سمیت سبزیوں کی افادیت کے حوالے سے تحقیق کرتا رہے' تاکہ انسان ان سے فائدہ حاصل کرتے رہیں اور خالقِ کائنات کی نعمتوں کا شکر ادا کرتے رہیں۔

Al Deebaj
Life In Accordance With Sunnah.
PIONEERS IN
CAP MAKING
LIVING UP TO THE
SUNNAH TREND.
• Caps • Thobes • Make to Order • Ready to Wear
Shop No. 29, Adjacent Kibriya Masjid
Near Zubaida Hospital, Dhorajee, Karachi.
+92-32-25333225
www.al-deebaj.com

ابو هاشر
ABU HAASHIR
PERFUMES
100% PURE
Diffrent Kinds of Pure & Natural Ittars
abuhaashirperfumes
+92 322 3413414
@abuhaashirperfumes

کھینچا تانی

● آفاق احمد

اگر آپ درمیان میں کھڑے ہوں، عین درمیان میں اور چاروں طرف سے آپ کو کھینچا جارہا ہو، کوئی بازو سے تو کوئی دامن سے اور کوئی کف پکڑے کھینچ رہا ہو تو نتیجہ کیا ہوگا؟؟؟

جسم بھی چُور چُور اور دامن بھی تار تار۔۔۔ یہ تو وہ صورتِ حال ہے جسے ہم آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں،

لیکن ہم سب ایسی ہی ملتی جلتی صورتِ حال سے دوچار ہوتے ہیں، پر اسے دیکھ تو نہیں سکتے، مگر محسوس ضرور کر سکتے ہیں کہ

جسم بھی چُور چُور، سوچیں بھی منتشر اور دل بھی بوجھل بوجھل۔

مثال دُوں؟؟؟ پہلے کاموں کی مثال لیتے ہیں:

یہ کام، وہ کام، یہ بھی کرنا ہے، وہ بھی کرنا ہے، اُس کے پیسے دینے ہیں، فلاں چیز ٹھیک کروانی ہے وغیرہ وغیرہ۔۔۔

یہ تو چلتا رہتا ہے نا، زندگی چلنے کا نام جو ہے، لیکن چھوٹا سا، مگر ضروری کام، جب بروقت نہ ہو تو کیا ہوگا؟؟؟

ذہن پر سوار ہو جائے گا تو وہ ایک طرف پکڑ لے گا "کھینچا تانی" کی۔۔۔ اگر بروقت کر لیا تو وہ سائیڈ خالی "کھینچا تانی" ختم۔

کچھ تو انتظامی طور پر درست کیا جا سکتا ہے کہ صبح کہیں جانا ہے تو رات کو بندوبست کر لیا جائے، صبح پیپر ہو تو رات کو ہر چیز رکھ لی جائے۔

صبح کریں گے تو گھنٹہ بھی کم نظر آرہا ہوگا اور رات کو کیا تو منٹ میں ہو جائے گا

دوسرا یہ کہ کام چاہے فوری کرنے کا نہ ہو، لیکن ضروری ہو تو پھر جلدی کر لینا چاہیے۔

خاتونِ خانہ ہیں، شوہر کی جیب اُدھڑ گئی تو استری کرتے ہوئے لازمی نظر پڑے گی تو اُسی وقت سی لیں،

ٹیوب کا سٹارٹر خراب ہے، اگرچہ واش روم زیادہ استعمال نہیں ہوتا، لیکن جلد ہی یہ کام کر لیں، اگر آپ نے ہی کرنا ہے۔ اس کے علاوہ دوسرے کو ذمہ داری دیں، تاکہ وہ فوری یہ کام کر سکے اور اگر اس کے بھی بھول جانے کا امکان ہو، جیسے بیٹے کو کہا: "بیٹری کا پانی پورا کر دو۔" اور کہہ کر چلتے بنے تو بہت امکان ہے کہ وہ بھول جائے، کبھی کبھار کا کام ہے، اس لیے اپنے سامنے بوتل ہاتھ میں پکڑا دیں اور پانی چیک کرنے کا کہیں، جب وہ کام شروع کر دے تو خود بے شک اپنی مشغولیت میں لگ جائیں تو کاموں کی "کھینچا تانی" سے بچنے کا اصول یہ بنا کہ کچھ کو تو خود بروقت کر لیا جائے اور کچھ دوسروں میں تقسیم کر دیے جائیں، تاکہ اِرد گرد والے بھی ذمہ داری کو سمجھیں۔

اب بات کرتے ہیں اُس "کھینچا تانی" کی جو ذہن کو منتشر کرتی ہے، لیکن روزمرّہ یا اِرد گرد کے کام نہیں، بلکہ کچھ چھوٹے بڑے شوق یا خواب!!!

اِن کو بھی زیادہ لمبا عرصہ نہ پالیں، ورنہ ذہن میں ہی زندہ درگور ہو جائیں گے، لیکن اُن کا کتبہ آپ کو تنگ کرتا رہے گا۔

تجوید سیکھنے کا شوق ہے تو دیر کا ہے کی، سیکھ لیجیے، ایک جگہ پسند نہ آئی تو دوسری جگہ چلے جائیں،

دل کرتا ہے کہ پرنٹر ہو، پسندیدہ تحریریں جمع کروں، اپنی باتیں لکھ کر محفوظ کر لوں، ایسے یا دیگر شوق جو زیادہ مہنگے نہیں، تھوڑی سی مینیجمنٹ سے پورے کیے جا سکتے ہیں تو پورے دیجیے اور اگر ضرورت نہیں یا افورڈ نہیں کر سکتے تو ذہن سے کھرچ دیجیے، درمیان میں نہ رکھیے۔

پڑھنے کا بہت شوق ہے، خواہش ہے کہ قائدِ اعظم جیسی ایزی چیئر اور رائٹنگ ٹیبل ہو، اب یہ تو معلوم ہے کہ مہنگی ہے، افورڈ نہیں کر سکتے تو دو صورتیں ہیں:

یا تو کم درجے اور کم قیمت کی چیز پر اکتفا کر لیا جائے، لیکن سوئی وہاں اٹکی نہ رہنے دیں کہ نہیں وہی مہنگی والی لینی ہے، یہ تِشنگی خوامخواہ سلگائے رکھے گی،

فلاحی کام کا شوق ہے تو کوشش کر گزریے ' کچھ موافق ساتھی دیکھیے ' پانچ پانچ سو ہی جمع کر لیں اور کسی کی چھوٹی ضرورت ہی پوری کر دیں '
شروعات میں کبھی بڑے منصوبے نہ بنائیں ' پہلا قدم خود ہی دوسرے قدم کا رُخ فراہم کر دے گا '
شروع میں ہی سو قدم کی جست نہ لگائیں ' ورنہ انتشار خطرناک ہو سکتا ہے ' حوصلے بُری طرح پست ہو سکتے ہیں

اب لین دین کی بات ہو جائے۔

کسی کے پیسے دینے ہیں ' بے شک دس روپے ہی کیوں نہ ہوں ' فوری دے دیجیے ' اگلے کو شدید طلب تو نہ ہو گی ' تعلق قریبی ہوا تو وہ ہنس بھی دے گا '
لیکن اگر نہیں دیں گے اور ذہن میں یہ نکتہ پھنسا رہے گا کہ دینے ہیں تو ذہن اُس کے گھر کی سمت میں ' جی ہاں بالکل اُس کے گھر کی سمت میں ایک طرف سے جُھکا رہے گا '
اب سوچیے کہ ایسے کئی معاملات ہوں ' کسی کا بال پوائنٹ دینا ہو ' کسی کا سو روپیہ دینا ہو ' کسی دکان دار کے ستر روپے دینے ہوں '
دودھ والے کے بل میں پچاس کم دیے تھے ' وہ اگلے ماہ دینے ہوں تو یہ "کھینچا تانی" بڑھتی جائے گی۔
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کچھ محو بھی ہو جائیں ' لیکن وہ اپنی "کھینچا تانی" کا اَن دیکھا دھاگہ ضرور آپ کے ذہن سے بندھ جائے گا۔

انتشار کیسا بھی ہو ' انسان کے لیے نقصان دہ ہے۔

جب ہم انتشار کے چھوٹے بڑے تمام سوراخ بروقت بند کرتے جائیں گے تو یکسوئی کی نعمت سے مالامال ہوتے جائیں گے

ٹرائل کا طریقہ بتاؤں ؟؟ وہ جیسے سائیکل ' موٹر سائیکل یا گاڑی ٹھیک کروانے کے بعد ٹرائی کی جاتی ہے :
ایسے ہی دو تین کام سوچیں ' چاہے گھر کا کام ہو ' گاڑی کے شیشے کا کام ہو ' کسی کے سو روپے دینے ہوں ' فوری طور پر دے دیجیے ' فوری طور پر کر دیجیے ' آج ممکن نہیں تو کل پکا '
پھر دیکھیے کہ ذہن پر سے کچھ ہٹتا ہے کہ نہیں ! ہٹے گا بھئی ' وہ دھاگہ جو ٹوٹ جائے گا جو آپ کو ایک طرف سے کھینچے جا رہا تھا ' بس اُس طرف سے ہلکے پھلکے ' کھینچا تانی جو ختم ہوئی۔
چلتا ہوں ایسا قیمتی اور انمول نسخہ دے کر ' پوری زندگی تو کیا زندگی کے بعد بھی شرطیہ کام آنے والا ہے ' بس دعاؤں میں یاد رکھیے ' فی امان اللہ !

پسینوں سے شرابور ہادیہ ' گھر میں داخل ہوتے ہی ٹی وی لاؤنج کے صوفے پر ڈھے سی گئی۔ "کیا ہوا ہادیہ ! کافی تھکی ہوئی لگ رہی ہو؟" خالہ نے استفسار کیا اور ساتھ ہی چِپس کا پیکٹ کھولا۔ "بس خالہ ! ورک آؤٹ کے بعد یہی حالت ہو جاتی ہے۔ ہماری ٹرینر تو بالکل بھی رحم نہیں کھاتی۔" ہادیہ نے بے چارگی سے کہا ' جس پر خالہ ہنس دیں اور چپس کا پیکٹ ہادیہ کے سامنے کر کے اسے پیش کش کی۔ "نہیں بھئی ! میری ڈائٹ خراب ہو گی۔" ہادیہ نے گھبرا کر کہا۔

"ارے ' بھئی ! کچھ نہیں ہوتا۔ تھوڑا بہت تو چلتا ہے۔" خالہ نے بے فکری سے کہا۔ "نہیں خالہ جان ! میں نے کل ہی چیٹ ڈے کیا ہے۔ اب مزید چیٹنگ کی میں متحمّل نہیں ہوں۔ یہ اُلٹی سیدھی چیزیں کھانے کا مطلب ہے زیادہ ورک آؤٹ اور زیادہ ورک آؤٹ کرنے کی میری ہڈیاں سکت نہیں رکھتیں۔" ہادیہ نے مسکراتے ہوئے اپنی کہنیاں سہلائیں۔ "پھر کتنا وزن کم ہوا ہے تمہارا؟" خالہ نے دل چسپی سے پوچھا۔ "دراصل ! یہ بیالیس دنوں کا کورس ہے اور ابھی تین دن ہوئے ہیں اور چار کلو کم ہو گیا ہے۔" ہادیہ کا چہرہ خوشی سے چمک اٹھا۔ "ہادیہ ! کبھی آپ کو گناہوں کے وزن کی فکر ہوئی ؟ اور اس کے کم کرنے کے کچھ پلانز بنائے ہیں ؟"

"کیا مطلب...؟؟" ہادیہ ہکّا بکّا رہ گئی۔ "دیکھو بھئی ! ایک حد میں رہتے ہوئے ڈائٹنگ کرنا یا ورزش کرنے میں کوئی ممانعت نہیں ' بشرطیکہ ان کے اہتمام میں کوئی گناہ کا کام ملحوظ نہ ہو ' مگر جس طرح انسان کو اپنا وزن کم کرنے کی فکر ہوتی ہے ' اسی طرح گناہوں کا وزن کم کرنے کی کوشش کرو۔ جس طرح کھانے پینے میں چیٹنگ سے گھبراتی ہو ' اسی طرح اعمال میں بھی چیٹنگ سے گھبراؤ اور تو اور جس طرح چیٹ ڈے کی وجہ سے بطورِ سزا ایکسٹرا ورک آؤٹ ہوتا ہے ' اسی طرح گناہ کے ارتکاب پر بھی اپنے آپ کو سزا دو۔" خالہ اس کا ہاتھ تھامے پیار سے اسے سمجھاتی رہیں۔ "واقعی خالہ جان ! آپ نے انتہائی اہم باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ ہم گناہوں کے اعتبار سے بہت موٹے تازے ہیں۔ ذرا سخت والی ڈائٹنگ کرنی ہو گی۔" ہادیہ مسکرائی۔ "چلو جی آج سے میں جسمانی ڈائٹنگ کے ساتھ ساتھ روحانی ڈائٹنگ پر بھی خوب توجہ دوں گی۔"

"ہادیہ ! ذرا ایک گلاس پانی پلا دو۔" معاویہ نے ہانک لگائی ' جس پر ہادیہ نے اسے ناگواری سے دیکھا۔ "ارے ' بھئی ! یہ تو روحانی ڈائٹنگ کا تقاضہ ہے۔" معاویہ نے کہا ' جس پر سب ہنس پڑے۔

روحانی ڈائٹنگ

● بنت صابر

"کچن سے آتی اشتہا انگیز خوش بو اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ہمارے گھر کچھ مہمان تشریف لانے والے ہیں۔" ہادیہ کچن کا رخ کرتے ہوئے چہک کر بولی ۔

"جی، بالکل! ہماری خالہ جان اپنے چار عدد بچوں کے ساتھ حیدرآباد سے کراچی چھٹیاں گذارنے آرہی ہیں اور ان کا قیام ہمارے ہی گھر ہوگا۔" معاویہ نے خبر نامہ سناتے ہوئے کہا ۔

ابھی ہادیہ خوشی کا اِظہار بھی نہ کر پائی تھی کہ دروازے پر گھنٹی بجی چناں چہ اس نے نگاہوں ہی نگاہوں میں دروازے تک کا فاصلہ ناپتے ہوئے کہا۔

"معاویہ تم زیادہ قریب ہو، لہٰذا دروازہ تم ہی کھولو گے۔" ہادیہ نے بہن بھائیوں کا مسلّمہ اصول دُہرایا۔ "جی نہیں... ایک اصول یہ بھی ہے کہ جو کھڑا ہوگا، وہی کام کرے گا، جبکہ میں بیٹھا ہوا ہوں۔" معاویہ نے احتجاج کیا۔

اتنے میں دوبارہ گھنٹی بجی... !! تم لوگوں کا دروازہ کھولنے کا ارادہ ہے یا مجھے خود ہی جانا پڑے گا۔" کچن سے امی کی دھاڑتی ہوئی آواز آئی، جس پر معاذ پیر پٹختا ہوا دروازہ کھولنے چلا گیا۔ دروازے پر خالہ جان کو پاکر معاویہ کا چہرہ کھل اِٹھا اور وہ ان سے گرم جوشی سے ملتے ہوئے اندر لانے لگا۔ ہادیہ اور مہناز بیگم نے بھی آگے بڑھ کر استقبال کیا، پھر حال احوال کے بعد ہادیہ نے کہا۔

"خالہ! آپ کافی سفر کر کے آئی ہیں۔ تھک گئی ہوں گی۔ چائے پیئیں گی؟" اس پر خالہ نے اثبات میں سر ہلایا تو ہادیہ کی آنکھوں میں شرارت ناچنے لگی۔

"یاسمین! خالہ کے لیے 1 کپ گرما گرم گرین ٹی تیار کر کے لے آؤ۔" ہادیہ نے خادمہ کو ہانک لگائی تو خالہ گھبرا گئیں۔ "ارے، نہیں بھئی! میں گرین ٹی نہیں پیتی۔"

"خالہ جان! گرین ٹی صحت کے لیے بہت مفید ہوتی ہے۔ اس سے وزن بھی کم ہوتا ہے۔ چلیں معایہ صاحب! آپ خالہ کو گرین ٹی کے فوائد سے بہرہ ور کیجیے۔" ہادیہ نے ہنسی دباتے ہوئے کہا۔

اَطبّا نے گرین ٹی کے بہت سے فوائد ذکر کیے ہیں، البتہ مہمانوں کو گرین ٹی پلانے کے بھی بہت سے فوائد ہیں۔ مثلاً گرین ٹی کے ساتھ بسکٹ پیش کرنے کا تکلّف نہیں کرنا پڑتا اور بسکٹ کے پیسے بچ جاتے ہیں، اس کے علاوہ مہمان مزید پینے کی فرمائش بھی نہیں کرتے اور تو اور ممکن ہے آئندہ وہ مہمان آپ کے گھر قدم رکھنے کی جسارت بھی نہ کر سکے۔" معاویہ نے رٹے رٹائے درس کی طرح تمام فوائد دُہرا دیے، جس پر خالہ جان کے قہقہے گونج اٹھے۔ مہناز بیگم نے ایک غصیلی نگاہ ہادیہ اور معاویہ پر ڈالی اور گویا ہوئیں۔ "آج کل کے بچوں کی زبانیں بہت کھل گئی ہیں اور یہ ہادیہ میڈم کو ڈائٹنگ کے جنون چڑھے ہوئے ہیں، اسی لیے ان کے ڈائٹ پلانز ہی ختم نہیں ہوتے۔ ٹھہرو! میں چائے کا انتظام کرواتی ہوں۔"

"میرے بھانجا بھانجی تو بڑے شوخ مزاج ہو گئے ہیں۔ چلو اب چھٹیاں خوب مزے سے گزریں گی۔" خالہ جان مسکرائیں۔

ڈائننگ ٹیبل پر سب کھانے میں مگن تھے کہ دفعتاً خالہ کی نگاہ ہادیہ پر پڑی، جس کے سامنے خالی پلیٹ پڑی تھی۔ "ہادیہ! آپ کھانا کیوں نہیں کھا رہیں؟" خالہ نے فکر مندی سے پوچھا، جس پر معاویہ نے جھٹ سے کہا۔ "خالہ! یہ انسانوں والا کھانا نہیں کھاتی۔ ڈرائیور صاحب منڈی سے اس کے لیے گھاس بھوس لینے گئے ہیں۔"

"میں سلاد کھاؤں گی۔ یاسمین بس ابھی لاتی ہی ہو گی۔ دراصل! میں فورٹی ٹوڈیز چیلنج کر رہی ہوں۔" ہادیہ نے معاویہ کو نظر انداز کرتے ہوئے وضاحت کی۔

اتنے میں یاسمین نے سلاد کی پلیٹ اور جوس کا گلاس میز پر رکھا۔

"خالہ جان! مجھ سے ایک معمّہ حل نہیں ہو پا رہا۔ کیا آپ میری مدد کریں گی؟" معاویہ نے سب کی توجہ اپنی طرف دلانا چاہی۔

"جی، بیٹا ضرور... !!" خالہ نے شائستگی سے کہا۔

"مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ بھینس کی عمومی غذا ہی گھاس پتّے وغیرہ ہوتی ہے، مگر پھر بھی وہ اتنی ہی فربہ اور موٹی ہوتی ہے، پھر حضرتِ انسان نے یہ کیسے سمجھ لیا کہ ڈائٹنگ میں گھاس پتّے کھا کر وہ پتلا ہو سکتا ہے۔" معاویہ نے شرارتی انداز میں معصومیت سے پوچھا، جس پر ہادیہ نے اسے برہمی سے دیکھا اور سب کے ہر طرف قہقہے گونج اٹھے۔

پسینوں سے شرابور ہادیہ، گھر میں داخل ہوتے ہی

(بقیہ ص 22 پر)

NAKHLAH

Educational House For Islamic Grooming

AFFILIATED WITH
Cambridge Assessment
International Education, UK

ADMISSIONS OPEN 2019 - 2020

More Than Two Decades of Excellence

Providing Quality Education in an Islamic Environment

Separate Campuses for Boys & Girls

Distinctions in Cambridge Examinations

Conventional Tajweed & Basic Arabic Classes

Trained Montessori Staff

MONTESSORI TO 'O' LEVEL

Admission Request Form Available from

Friday, 4th January, 2019

Registrar Office
+92 21 3437 1052 - 53
registrar@nakhlah.edu.pk

Office Timings
Monday to Friday: 08:30am to 03:30pm
Saturday: 09:30am to 12:30pm

for further information
www.nakhlah.edu.pk

"جی! ہم لڑکی کی تصویر لینا چاہتے ہیں؟" لڑکی والوں نے کہا۔
"جی نہیں... ! میں پردہ کرتی ہوں۔" سارہ نے دھیمے سے جواب دیا اور امی کی گھورتی ہوئی اَکھیوں سے نظر بچاتے ہوئے اپنے کمرے میں چلی گئی۔

اگلے دن کی بات ہے، ابھی سارہ سو کر اٹھی ہی تھی کہ امی نے پکارا:
"یار! ایک بات کرنی تھی۔" سارہ کی امی نے سہیلیوں کے سے انداز میں کہا۔
"بولیں امی۔" سارہ نے ادب سے جواب دیا۔
"وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ ہمیں لڑکی پسند آئی ہے بس... بس ایک نظر ہماری فیملی کے کچھ افراد کو بھی دکھادیں۔"
"امی! آپ اس کا مطلب سمجھتی ہیں، یعنی دولہے کا بھائی! کیا آپ کا دل اس پر راضی ہے؟" سارہ نے سنجیدگی سے پوچھا۔
"نہیں! مگر میں خود پریشان ہوں، اِسی عمر میں تمہاری بہن کی شادی ہوئی تھی۔ دوسرے ہمارے حالات! میں چاہتی ہوں کہ جلد از جلد تمہارے فرض سے فارغ ہوجاؤں۔" امی نے وجہ بیان کی۔ "یار امی! دیکھیں! یہ اللہ کا کام ہے۔ وہ کرادے گا۔ یہ مجھے مناسب نہیں لگ رہا ہے!" شاید امی، سارہ سے یہی جواب چاہتی تھیں۔ سو انھوں نے فون کر کے لڑکے والوں کو منع کر دیا۔ بات آئی گئی ہوگئی!

سیکنڈ ائیر بھی آدھا ہو گیا تھا۔ سارہ اپنے مخصوص حلیے میں یعنی کالے اسکارف اور وائٹ یونیفارم میں تیز تیز قدم اٹھاتے ہوئے لیب کی طرف بڑھ رہی تھی۔ زولوجی، واحد کلاس تھی، جس میں دوستوں سے بات کرنے کا ٹائم ملتا تھا، وہ اس لیب میں خوشی سے جایا کرتی تھی۔ ہمیشہ کی طرح صفا اور حبا نے، اس کی جگہ بچا رکھی تھی۔
"السلام علیکم!" سارہ نے اپنی جگہ سنبھالتے ہوئے کہا۔
"وعلیکم السلام!" مصروف سا جواب دیا گیا۔ "یار...!! تم لوگوں نے آگے کس فیلڈ میں جانا ہے؟" سارہ نے پوچھا اور آج کا موضوع یقیناً یہی ہونا تھا۔
تیز تیز قلم چلاتی صفا بولی: "یار! اللہ ہی بہتر جانے۔" یہ کہہ کر پھر مصروف ہوگئی۔
"نکموں!! گھر سے کام کر کے آیا کرونا!!" سارہ نے ایک تیر سے دو شکار کیے۔ سارہ کی بات سن کر حبا نے اپنا جرنل بند کر دیا، جب کہ صفا ٹس سے مَس نہ ہوئی۔ سارہ کو بڑی چڑ تھی اس چیز سے کہ لیب میں کام کیا جائے۔ پری میڈیکل اور پری انجینیئرنگ کے اسٹوڈنٹس کو سال کے آخر تک سائنس کے مضمون کے تمام جرنل تیار کر کے دینے ہوتے ہیں۔ سو، ہر ہفتے ایک ایک پریکٹیکل عملی کروایا جاتا ہے اور لکھنے کا کام گھر کے لیے دیا جاتا ہے، مگر چوں کہ زولوجی لیب میں، عملی طور پر کرنے کا اتنا کام نہیں ہوتا تو اسٹوڈنٹس کالج میں ہی لکھنے کا کام کرتے ہیں۔ صفا بھی یہیں کر رہی تھی اور حبا بھی، تو سارہ کو تو غصہ آنا ہی تھا، کیوں کہ وہ یہاں کے لیے ہفتے بھر کی باتیں جمع کر کے جو آتی تھی۔ "صفا یار...!" سارہ نے ایموشنل بلیک میل کرنے کی کوشش کی۔
صفا نے جرنل بند کر دیا اور کہنے لگی: "یار دیکھو! یہاں ہر کوئی میڈیکل میں جانے کے لیے آیا ہے۔" اور بھی بہت سی باتیں ہوئیں، مگر سارہ دِل ہی دِل میں حیران تھی کہ نجانے وہ خود میڈیکل میں کیوں نہیں جانا چاہتی! "میڈیکل میں نہیں جاؤں گی تو کیا کروں گی؟" وہ اندر ہی اندر اپنے آپ سے سوال کر رہی تھی۔ اسے نہیں معلوم تھا کہ اس نے کیا کرنا ہے!

ہمیشہ کی طرح سموسہ کھاتی سِدرہ اور سارہ بریک میں بیٹھی تھیں۔ اپنی من پسند "ہوا گلی" میں۔ (ان کے کالج میں ایک گلی تھی بالکل پتلی سی، جس میں بہت ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا آتی تھی، سب سٹوڈنٹس اسے ہوا گلی کہتے تھے) سِدرہ بتا رہی تھی: "یار! تمہیں پتا ہے فیز 4 میں "مرکز فہم دین" کے نام سے۔ اُدھر بہت اچھے اچھے ایک سالہ کورس ہوتے ہیں۔ میں سوچ رہی ہوں کہ ان کی تفصیلات حاصل کروں۔"
"ہاں! ٹھیک ہے۔ مِل کر پتا کرتے ہیں۔" سارہ نے کہا۔
سارہ کی وہی اسکول کی عادت ہر کام ساتھ کرنے کی۔

امی سے ضد کر کر کے آخر وہ مدرسہ آ ہی گئی تھی۔ یہ ایک بڑی سی بلڈنگ تھی، جسے مدرسے کی صورت دے دی گئی تھی۔ خوشی خوشی قدم رکھا۔ سیکنڈ فلور پر آفس تھا، وہ اندر داخل ہوئے۔ "السلام علیکم!" دونوں نے سلام کیا۔ آفس کے ساتھ اسٹاف روم تھا، جہاں معلّمات بیٹھی تھیں۔ بے اختیار اس کی نظر اسٹاف روم پر ہی ٹِک گئی تھی۔ (جاری ہے)

”گڈ مارننگ ایوری باڈی ! “ صائمہ بال لہراتے ہوئے کلاس میں داخل ہوئی اور مریم ‘مریم کہتی ہوئی دوبارہ باہر چلی گئی۔ پریانکا کا آج اسکول میں پہلا دن تھا‘ وہ حیران تھی کہ مسلم ہو کر یہ سب عجیب رویّہ اختیار کر رہے ہیں‘ وہ اسی سوچ میں گم تھی کہ اچانک اسے ”السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ “ سنائی دیا‘ سب نے وعلیکم السلام کہہ کر جواب دیا۔ اب تک جتنی لڑکیاں کلاس میں تھیں‘ یہ ان سب میں منفرد تھی۔ اس نے اسکارف پہنا ہوا تھا اور ایک کپڑا‘ جو اس کے اسکارف کے ساتھ اٹیچ تھا‘ اس سے اپنا چہرہ ڈھانپا ہوا تھا۔ کلاس میں آنے کے بعد اس نے وہ کپڑا اپنے چہرے سے ہٹا کر ٹھوڑی تک لا کر چھوڑ دیا‘ تاکہ بوقتِ ضرورت اسے پریشانی نہ ہو‘ اس نے اپنا بیگ اس کے پاس لا کر رکھا اور سلام کرتی ہوئی بیٹھ گئی۔ ”آپ نئی آئی ہیں؟“ اس نے پوچھا۔

”جی میں نے کچھ دن پہلے ہی ایڈمیشن لیا ہے۔ “ پریا کو ایسی ہی لڑکیاں پسند تھیں جو اسکارف پہنتی تھیں‘ مگر خود اس کے لیے ایسا کرنا ممکن نہ تھا‘ کیوں کہ وہ مسلم نہیں تھی۔ ”آپ کا نام؟ “ پریا نے ہمت کر کے پوچھا۔

”جی ! میرا نام زینب ہے ‘زینب شکیل اور آپ کا؟؟“ وہ نرم لہجے میں بولی تھی۔

” میرا نام... “ وہ تھوڑے توقّف کے بعد بولی : ”پریانکا آکاش ‘لیکن پیار سے بھیّا پریا کہتے ہیں۔ “

”اوہ... مطلب کہ آپ...!! “ زینب رک گئی۔

”جی ‘آپ بالکل صحیح سمجھیں۔ میں مسلمان نہیں ہوں۔ “ پریا نے کہا۔

دن ایسے ہی گزر رہے تھے ‘ وہ بہت ہی کم بولتی تھی ‘اس نے صرف زینب سے بات کی تھی اور کسی سے نہیں۔ بریک میں مریم ‘زینب کے پاس آئی اور بولی : ”زینا ! تمھیں نہیں لگتا کہ یہ کوئی جاسوس ہے؟ “ مریم نے پریانکا کے بارے میں پوچھا تھا۔ مریم کے اس سوال سے زینب کو دھچکا لگا‘ مگر پھر بھی اس نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا: ” تمھیں کسی نے کچھ کہا ہے کیا...؟؟ “

”نہیں ‘کسی نے کچھ نہیں کہا۔ بس ! ویسے ہی سوچ رہی تھی۔ “ مریم نے یہاں وہاں دیکھتے ہوئے کہا اور پریا کو آتا دیکھ کر جلدی سے اٹھ کر چلی گئی۔

شکیل صاحب ‘ اپنے والدین کی اکلوتی اولاد تھے ‘ان کے والد کا شہر میں کپڑے کا وسیع کاروبار تھا‘ مگر جوں ہی انھوں نے عملی زندگی میں قدم رکھا تو ان کے والدین ایک حادثے میں چل بسے ‘ان کی بیوی آمنہ بیگم ایک خوش مزاج اور صابرہ خاتون تھیں ‘انھوں نے جلد ہی شکیل صاحب کو کاروبار سنبھالنے پر آمادہ کیا۔ شکیل صاحب ایک محنتی انسان تھے ‘انھوں نے اپنی قابلیت سے تجربہ کے نہ ہوتے ہوئے بھی کاروبار کو احسن طریقے سے سنبھالا اور یکے بعد دیگرے ان کے یہاں چار پھول کھلے تھے۔ اللہ نے تین بیٹوں کے بعد انھیں ایک خوب صورت سی بیٹی دی ‘ان کی زندگی بہت مصروف تھی ‘مگر پھر بھی انھوں نے اولاد کی تربیت میں کوئی کمی نہ چھوڑی تھی۔ تینوں بیٹے کالج میں پڑھ رہے تھے ‘جبکہ بیٹی نویں کلاس میں تھی۔ شکیل صاحب شریعت کے مکمل پابند تو نہ تھے ‘مگر نماز ‘ روزہ ‘ زکوٰۃ ‘پردہ نہیں چھوڑا تھا۔

آمنہ بیگم کی ایک ہی بہن تھی ”سارہ ! “ ان کے شوہر کئی سال پہلے وفات پا چکے تھے۔ سارہ کو کینسر تھا‘ جو آخر ان کی جان لیوا بیماری ثابت ہوئی ‘ان کے بعد ثنا کو وہ اپنے گھر لے

آئی۔زینب تو آپی کو دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔شروع شروع میں تو ثنا بہت خاموش رہتی تھی‘ مگر آہستہ آہستہ گھر والوں کی محبت کی وجہ سے سب بھول گئی اور اسی فیملی کا ایک حصہ بن گئی۔

ثنا‘ شکیل صاحب کی اولاد میں سب سے بڑی تھی‘ سب اسے آپی کہتے تھے اور ہر بات مانتے تھے۔امی ابو سے کوئی بات منوانی ہوتی تو سب ثنا کو ہی آگے کرتے تھے۔

نویں جماعت کے پیپرز ہو چکے تھے۔دسویں کی کلاسز لگنے کے بعد‘ وہ آج اسکول آئی تھی۔پریا بہت خاموش تھی۔زینب نے اس کی خاموشی کو محسوس کیا‘ مگر اس سے کچھ کہا نہیں۔انھوں نے کبھی ایک دوسرے کو اپنے گھر والوں کے بارے میں نہیں بتایا تھا‘ البتہ ایک سال کے عرصے میں زینب اتنا ضرور جان گئی تھی کہ پریا کو اسلام میں دل چسپی ہے‘ اسی لیے وہ اس سے اسلام کے بارے میں بہت کچھ پوچھتی رہتی تھی۔آہستہ آہستہ پریا‘ اسلام اور زینب کی گرویدہ ہوتی چلی گئی۔

میٹرک کرنے کے بعد کالج جانا تھا‘ اسی لیے وہ دو مہینے کے لیے ایک دوسرے سے دور رہیں۔اسی دوران شکیل صاحب کے ایک دوست پاکستان آئے‘ جو پہلے نیو جرسی میں رہتے تھے‘ انھوں نے شکیل صاحب سے اپنے منہ بولے بیٹے کے لیے ثنا کا ہاتھ مانگا‘ جو پہلے غیر مسلم تھا‘ پھر مسلمان ہو گیا‘ مگر اب پاکستان میں رہتا تھا۔محمد اور شکیل صاحب اس سے ملے تو انھیں بلال بہت اچھا لگا‘ انھوں نے ایک سال بعد شادی کی تاریخ رکھ دی۔

وقت گزرتا گیا۔زینب گیارہویں جماعت میں تھی‘ جب پریا کی والدہ سخت بیمار ہوئی۔ڈاکٹرز نے لاعلاج قرار دے دیا۔پریا بہت پریشان تھی‘ کیوں کہ اس دنیا میں اس کی ماں کے علاوہ اس کا کوئی نہیں تھا۔بھائی تو ساتھ چھوڑ چکا تھا‘ تب پریا نکا نے زینب کو بتایا کہ آج سے 6 سال قبل پاپا کی اپنے خاندان سے زمین پر تنازعہ ہوا تو وہ اپنا سب کچھ چھوڑ کر ایک مسلمان بستی میں آبسے‘ جہاں ہمیں کوئی نہیں جانتا تھا۔پاپا کے شہر میں کچھ بنگلے اور گاڑیاں تھیں۔ایک گاڑی پاپا نے اپنی ضرورت کے لیے رکھی‘ جبکہ دوسری بھیّا کے لیے اور پاپا نے ارجن بھیّا کو بیرون ملک پڑھائی کے لیے بھیج دیا‘ اس ڈر سے کہ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے‘ کہیں وہ لوگ پیچھا کرتے ہوئے یہاں نہ پہنچ جائیں‘ پھر ایک ایکسیڈنٹ میں پاپا چل بسے۔بھیّا باہر سے آئے اور پاپا کی آخری رُسومات ادا کی گئیں۔

پھر بھیّا نے کچھ دنوں کے بعد ماما سے کہا کہ وہ واپس جا رہے ہیں‘ بھیّا کی اس خبر سے ماما ایک دم پریشان سی ہو گئیں اور بولیں: ”بیٹا! تمہارے پاپا تو ہم سے بہت دور چلے گئے ہیں‘ اب تم بھی ہمیں چھوڑ کر جا رہے ہو۔بیٹا! یہ مت بھولو کہ تمہاری ایک بہن بھی ہے۔“ تو انھوں نے ایک نظر مجھ پر ڈالی اور کچھ سوچتے ہوئے کہا: ”میں گڑیا اور آپ کے لیے تمام چیزیں تقسیم کر کے جاؤں گا۔مجھے کچھ نہیں چاہیے۔نہ بینک بیلنس اور نہ ہی گاڑی بنگلہ۔مجھے بس پیار چاہیے‘ جہاں اپنے ہوں‘ سب کچھ ہو‘ کوئی لڑائی دشمنی نہ ہو۔میں دعا کرتا ہوں کہ بس کچھ بھی ہو میں اگلے جنم میں مسل...!!“ وہ اتنا کہہ کر خاموش ہو گئے۔”کیوں خاموش ہوئے؟ بتاؤ نا؟ اگلے جنم میں کیا بننا چاہتے ہو؟ سب کچھ تو تجھ پر پاپا نے لگا دیا ہے۔اب ماں بہن سے منہ موڑ رہا ہے۔ہم تیرے سر پر بوجھ بنے ہوئے ہیں۔“ ماما بہت کچھ کہتی رہی‘ مگر بھیّا وہاں سے جا چکے تھے‘ وہ بہت ڈسٹرب تھیں۔شام کو بھیّا آئے اور انھوں نے ماما کو ایک چیک بُک تھما دی اور کہا: ”میں بنگلے اور گاڑیاں بیچ چکا ہوں اور تمام بیلنس اکاؤنٹ میں جمع کرا دیا ہے۔اس چیک بُک کے ذریعے سے جب اور جتنے پیسے چاہیے ہوں آپ دونوں نکال لیجیے گا۔میں اکاؤنٹ میں پیسے بھجواتا رہوں گا اور پریا...!! میں تمہیں ایک قریبی اسکول میں ایڈمیشن دلوا رہا ہوں۔میں نے پرنسپل سے بات کر لی ہے‘ انھوں نے بتایا ہے کہ ان کے اسکول میں اور بھی ہندو لڑکیاں پڑھتی ہیں تو تمہیں وہاں کوئی پریشانی نہیں ہو گی اور ماما...!! آپ پلیز مجھ سے ناراض ہو کر مجھے کوئی بد دعا مت دے بیٹھیے گا۔مائیں کبھی بھی اپنی اولادوں کو بد دعا نہیں دیتیں‘ چاہے اولاد پاس ہو یا پھر میری طرح سات سمندر دور ہوں۔“ بھیّا نے اتنا کہا اور ماما کے ہاتھ چوم کر اپنا سامان اٹھا کر نکل گئے۔

اس دن کے بعد سے بھیّا نے ہماری طرف پلٹ کر بھی نہیں دیکھا۔بھیّا اکاؤنٹ سے پیسے بھجواتے رہتے ہیں‘ مگر نامعلوم کہاں سے۔بھیّا کے جانے کے بعد ماما نے دو دن تک تو نہ کچھ کھایا نہ پیا اور پھر میں انھیں نیم بے ہوشی کی حالت میں ہاسپٹل لے گئی‘ جہاں ڈاکٹرز نے بتایا کہ ان کا نروس بریک ڈاؤن ہوا ہے اور پھر میری زندگی میں گویا ایک طوفان آ گیا‘ پھر ماما کو 3 سال بعد ہوش آیا اور میں یہاں اسکول آنے لگی‘ پھر میں انھیں آہستہ آہستہ جینے کی اُمنگ دلانے لگی اور وہ بھی اب میری طرح پاپا اور بھیّا کو بھول چکی تھیں‘ مگر میں جانتی ہوں کہ وہ اندر سے بہت کھوکھلی ہو چکی ہیں‘ اِسی لیے میں نے انھیں اسلام سکھانا شروع کیا۔جو بھی تم مجھے بتاتی‘ میں گھر جا کر ماما کو بتاتی ہوں‘ وہ بہت خوش ہوتی ہیں تمہارے بارے میں سن کر۔

زینب! ماما کو بھی میری طرح جنون کی حد تک اسلام سے محبت ہے‘ مگر وہ مسلمان نہیں ہو رہیں‘ انھیں یہ بات روکتی ہیں کہ ان کے آباء واجداد اپنے مذہب پر مرے ہیں تو وہ بھی...!! مگر میں ایسا ہونے نہیں دوں گی‘ کیوں کہ مجھے معلوم ہے‘ میں نے پاپا کی گاڑی میں ایک پاکٹ سائز قرآن دیکھا تھا‘ جو وہ بڑے احتیاط سے غلاف میں بند کر کے رکھتے تھے‘ تب میں نہیں جانتی تھی کہ یہ کیا ہے‘ مگر اب میں جان گئی ہوں زینب! نجانے کیوں اب بھیّا بہت یاد آتے ہیں۔

اس دن پریا بہت روئی اور زینب نے بھی اسے رونے دیا‘ پھر اسے تسلّی دیتے ہوئے بولی کہ پریشان مت ہوں۔اللہ جس سے بھلائی کا ارادہ فرماتے ہیں‘ اسے دین میں سمجھ عطا کرتے ہیں۔“ یہ سن کر پریا نکا کی آنکھیں چمک اٹھیں۔پھر الوداع کرتے ہوئے دونوں گھروں کو چل دیں۔گھر آ کر زینب نے امی کو سب کچھ بتایا تو وہ بہت خوش ہوئیں اور زینب کو کچھ کتابیں دے کر کہا: ”یہ پریا کو دے دینا۔“ زینب نے ان کا شکریہ ادا کیا اور اپنے کمرے میں چلی آئی‘ جہاں پر پہلے سے ثنا آپی موجود تھیں۔

”میڈم! کہاں تھی اب تک؟ پتا ہے کب سے انتظار کر رہی ہوں۔“ ثنا نے کہا۔

”اچھا!!“ زینب نے اچھا کو خوب کھینچ کر کہا۔”بڑی یاد آ رہی تھی میری آج آپ کو۔“

”وہ ”زینب! میرا دل خراب ہو رہا ہے۔“ ثنا دوپٹے سے خود کو ہوا دیتے ہوئے بولی۔

”کیوں؟؟ آپ کا دل کیا ٹماٹر ہے جو خراب ہو گا۔کہو تو فریج میں رکھوا دوں؟“ زینب بے پرواہی سے بولی تھی کہ اگلے ہی لمحے ثنا نے کُشن زور سے اس کے منہ پر مارا۔جواباً دونوں زور سے ہنسی۔”زینب! مذاق مت کرو یار پلیز... میری بات سنو۔“

”سناؤ آپی۔“ زینب نے جھٹ سے کہا۔

”دیکھو زینب!“ ثنا نے تنگ ہوتے ہوئے کہا۔

دکھائیں نا...؟“ زینب فُل موڈ میں تھی۔

”زینب! مذاق کا وقت نہیں ہے‘ پلیز میری بات سن لو۔“ ثنا آپی نے تھوڑا ناراضی سے کہا۔”اچھا جی‘ کہیے!“ اب کہ زینب سنبھل گئی‘ وہ گود میں سرہانہ لیے اپنے دونوں بازوؤں کو اُس پر ٹکائے خاموشی سے ثنا آپی کو دیکھنے لگی۔

”زینی! شادی میں صرف ایک ماہ رہ گیا ہے۔پاپا نے ساری تیاریاں بھی مکمل کر لی ہیں‘ مگر میرے دل میں

(جاری ہے)

EXPO STORE

HOUSE OF BRANDED CLOTHES

WINTER BIGGEST SALE

UPTO 70% OFF

APPAREL | HOME TEXTILE | ACCESSORIES

www.expostore.pk

خط نمبر 46

باپ کا بیٹی کے نام خط

لباس میں زیبائش و آرائش

میری سعادت مند بیٹی۔ ہزار ہا دعائیں!

بیٹی! آپ تو جانتی ہی ہیں کہ آپ کی شخصیت میں لباس کی حیثیت کتنی زیادہ ہے' آپ کو دیکھ کر لوگوں کے ذہن میں آپ کی شخصیت کا تاثر سب سے پہلے آپ کی شکل وصورت اور لباس سے ہی ہوتا ہے۔ لباس کا مقصد انسان کی ستر پوشی کرنا' انھیں موسم کی سختیوں سے محفوظ رکھنا اور انھیں دل کش اور جاذب نظر بنانا ہوتا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ یہ انسان کے جمالیاتی ذوق اور سلیقے کی عکاسی بھی کرتا ہے۔

آپ نے یہ بھی دیکھا ہوگا کہ مردوں کی نسبت خواتین لباس کے بارے میں کچھ زیادہ ہی سنجیدہ اور شوقین ہوتی ہیں۔ اکثر ایسی خواتین بھی دیکھنے میں آتی ہیں جو اپنا بیش تر وقت نت نئے فیشن کے ملبوسات کے ڈیزائن سوچنے' ان کی خریداری کرنے اور بنوانے میں گزار دیتی ہیں۔ یہ خواتین جب کسی محفل میں ہوتی ہیں تو وہ زیادہ وقت کپڑوں اور زیورات وغیرہ میں منہمک رہنے کی وجہ سے اسی موضوع پر گفتگو کرتی نظر آتی ہیں' کیوں کہ ان کی معلومات وہیں تک محدود ہوتی ہے۔ دراصل اچھا پہننے اوڑھنے اور بناؤ سنگھار کرنے کا شوق سبھی خواتین کو ہوتا ہے اور ہونا بھی چاہیے' کیوں کہ یہ ایک مناسب فطری تقاضا ہے' لیکن اس میں اس قدر انہماک مناسب نہیں' بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنے تمام فطری تقاضوں اور شوق کی تکمیل میں توازن اور میانہ روی اختیار کی جائے۔

لباس اور آرائش وزیبائش انسانی شخصیت کو باوقار' پُرکشش اور جاذب نظر بنانے میں زیادہ سے زیادہ دس فیصد کردار ادا کرسکتے ہیں۔ باقی تو دوسرے عوامل ہیں' مثلاً خوش اخلاقی' آدابِ گفتگو' ذہانت اور برجستگی اُٹھنے بیٹھنے اور چلنے کا انداز' معلومات عامّہ پر دسترس' نیک دِلی' خلوص اور دوسروں سے ہمدردانہ سلوک ہیں۔ ارشادِ خداوندی ہے "اپنے رب کی نعمتوں کا اظہار کرو" ان نعمتوں میں لباس بھی اللہ کی ایک نعمت ہے' اس لیے اگر تکبّر' فخر اور دکھلاوا مقصد نہ ہو تو اچھے لباس کی بھی اجازت ہے' تاکہ محتاج اور فقرا کے لیے شناخت کا کام دے اور ضرورت مند اس کی طرف رجوع کریں اور اس اللہ کی مخلوق کی مدد اور خدمت کا موقع نصیب ہو۔ اب دیکھیے! اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں کتنی حکمت ہے کہ اچھا لباس پہننے والوں سے محتاج اور فقرا مدد کے لیے رجوع کرسکیں اور ان کی مدد کریں۔ اللہ ہم سب کو قرآن حکیم کی ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

ہاں بیٹی! لباس کا انتخاب بہت سوچ سمجھ کے کرنا ضروری ہے' کیوں کہ یہ آپ کی شخصیت کا اہم جزو ہے۔

لباس کے متعلق چند ہدایات تحریر کر رہا ہوں' انھیں نوٹ کرلیں۔

1... لباس کو ہماری مذہبی' ثقافتی اور معاشرتی قدروں سے جس قدر ممکن ہو ہم آہنگ ہونا چاہیے' تاکہ نسوانی وقار کا تحفّظ اور اظہار ہوسکے۔ آج کل اکثر فیشن ڈیزائنر مغرب کی اندھا دُھن تقلید میں' نیم عریاں' لباس کی تیاری کی جانب راغب نظر آتے ہیں' حتیٰ کہ دلہن کے عروسی لباس بھی اسی انداز سے ڈیزائن کیے جاتے ہیں' جبکہ مشرقی دلہنوں کا شرمگیں انداز مغرب الف لیلیٰ کی داستانوں کی طرح مشہور ہے۔ دنیا کے تقریباً ہر خطّے میں شادی کے موقع پر دولہا دلہن اپنے روایتی لباس ہی زیب تَن کرتے ہیں' لیکن افسوس کا مقام ہے کہ ہم روز بروز اپنی مشرقی روایات سے دور ہوتے جارہے ہیں۔ لہٰذا بیٹی! آپ اپنا لباس فیشن کے مطابق بنوائیں' لیکن دو باتوں کا ضرور خیال رکھیں: اول تو یہ کہ اس میں عریانی نہ ہو' اکثر فیشن ڈیزائنر عریانی کا جواز اس طرح پیش کرتے ہیں کہ لباس کی خوبصورتی اس وقت زیادہ نمایاں ہوتی ہے جب اس میں جسم اور اس کا حسن بھی جھلکتا ہو' حالاں کہ مشرقی خاتون کا لباس عریانی کے بغیر ہی خوبصورت' پُرکشش اور باوقار لگتا ہے۔

2... لباس کا بنیادی ڈیزائن ہمارے روایتی ملبوسات سے لیا گیا ہو اور پھر اس میں جدید فیشن اور روایتی اسٹائل میں تبدیلیاں کی جائیں' تاکہ مشرق کے روایتی انداز اور جدید اسٹائل کی آمیزش لباس کو خوبصورت اور پُروقار بنادے۔

بقیہ لباس کے انتخاب کے متعلق انشاء اللہ آئندہ خط میں تحریر کروں گا۔

دعاگو
آپ کے ابو

میری اشک بار آنکھیں

حمنہ جگ سے پانی نکالتی ہے' دیکھنے پر معلوم ہوتا ہے کہ پانی تو صرف اتنا ہی ہے' جس سے حلق تر ہو جائے۔ اِسی پانی سے اسے دس' بارہ گولیاں کھانی ہیں۔ میز پر رکھی شیشی کو کپکپاتے ہاتھوں سے اٹھا کر اسے کھولنے کی ناتمام کوشش میں لگی' حمنہ نہ جانے کس کے خیالوں میں گم ہے۔ اتنے میں وہ شیشی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر زمین پر گر جاتی ہے' جس کے چھوٹے ٹکڑے کمرے میں بکھر جاتے ہیں۔ مقامِ شِکوہ پر سبحان اللہ العظیم کے کلمات حمنہ کی زبان سے بے ساختہ نکل پڑتے ہیں اور حمنہ دل ہی دل میں کہتی ہے : ''واہ مولیٰ! اب تو کھولنے کی بھی مشکل ختم۔''

حمنہ مسکراتے ہوئے بیڈ سے اترتی ہے اور ان چھوٹے چھوٹے کانچ کے ٹکڑوں کو سمیٹتی ہے۔ چند ہی لمحوں کی مسکراہٹ آنسو میں بدل جاتی ہے۔ بوڑھے زخمی ہاتھوں سے وہ گولیاں اٹھاتی ہے اور کہتی ہے : ''اے بلال! کیا خوب تُو نے صلہ دیا ہے میری 30 سالوں کی دعاؤں کا' جب تیرا وجود بھی نہ تھا تو میں تیرے لیے دعائیں کرتی... تیرے واسطے روتی تھی... جب تُو پیدا ہوا تو تجھے دیکھ کر جیتی تھی... میرا اس دنیا میں تُو ہی سرمایہ تھا... تیرے ہی لیے میں نے ہر غم اُٹھایا تھا... آج تُو اپنی زندگی میں اس قدر مصروف ہے کہ تجھے ماں یاد ہی نہیں۔''

میرے ساتھ نہ وہ وفا کرے' نہ وفا کا کوئی صلہ وہ دے
مجھے خوف ہے اس بات کا' کہیں رفتہ رفتہ بُھلا نہ دے

حمنہ اپنے ہاتھوں پر پٹی باندھتے ہوئے تصوّرِ بلال سے پھر گویا ہوئی۔

''جب سے تیری خواہش کی اے بلال! میں نے کوئی تہجد قضا نہ ہونے دی... راتوں میں آنکھوں کو جگایا... رو رو کے تجھے پانے کی آرزو کی... اپنا چین تیرے لیے برباد کیا... بارشوں میں تجھے خشکی اور خشکی میں تجھے تَری دی... اپنی خواہشوں پر تیری خواہشوں کو ترجیح دی... مگر آج تُو بڑا ہو گیا تو مجھ سے کہتا ہے کہ تم نے مجھے دیا ہی کیا ہے اب تک...؟؟'' حمنہ یوں ہی تنہا باتیں کرتے کرتے سو گئی اور اس کی اَشک بار آنکھیں بلال کے خواب سجاتی رہیں' وہ خواب میں بلال ہی کو دیکھتی ہے۔

''ماں! دیکھو... میں آپ کے لیے کیا لایا ہوں؟ ایک ایسی مشین' جو پیروں کا درد چٹکی میں ختم کر دیتی ہے اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ اس کو چلانے میں نہ بجلی خرچ اور نہ ہی گیس کی ٹینشن!! اور یہ مشین ہے میرے ہاتھ...!!'' بلال کمر کے پیچھے سے ہاتھ نکالتا ہوا خوشی سے کہتا ہے' جس پر حمنہ ہنس پڑتی ہے۔

''اچھا...!! یہ مشین تو بہت ہی عمدہ ہے۔ نرم ہے' گداز ہے۔ واہ میرے مولیٰ! کیا مشین دی ہے آپ نے مجھے۔'' حمنہ بلال کے دونوں ہاتھ پکڑتے ہوئے کہتی

ہے۔ بلال خواب میں ماں کے قدموں سے لپٹ جاتا ہے۔

ابھی حمنہ محوِخواب تھی کہ اچانک کوئی زور زور سے کمرے کا دروازہ بجاتا ہے۔

”دھک! دھک! ماں... دروازہ کھولو ماں۔“ بوڑھی ماں، جس کی یادوں میں رات دیر سے سوئی تھی، اس نے آکے ایک پل میں جگا دیا۔ حمنہ لڑکھڑاتے قدموں کے ساتھ دروازے تک پہنچی۔ دیکھا تو بلال کھڑا تھا۔

”ماں! تہمینہ رات دیر سے سوئی تھی۔ اُسے اٹھانا مجھے مناسب نہ لگا۔ آپ میرے لیے ذرا جلدی سے ناشتہ تیار کر دو۔ میں لیٹ ہو رہا ہوں اور ہاں! میری شرٹ پر استری کر دینا اور میرے جوتے بھی پالش نہیں ہیں۔ ذرا جلدی ماں...!!“

بلال یہ کہتا ہوا چلا گیا اور حمنہ اسے دیکھتی رہ گئی۔

اُسے اب تلک یہ پتا نہیں، میری رت جگوں کا وہ نور ہے
میرے سارے خواب اُسی کے ہیں، وہی آکے مجھ کو جگا نہ دے

آج کھانس کھانس کر حمنہ کا برا حال تھا، وہ چھت پر اکیلی بیٹھی ہے اور اپنی تنہائی سے گفتگو شروع کر دی، پھر تصوّرِ بلال کی جھلکیاں شروع...

”اے بلال! میرے دل کی خوشی تھا تُو... تیرے لیے سارے جہاں سے میں لڑ گئی... تُو جب کبھی رویا تو میں تڑپ گئی... تجھے کبھی میں نے اکیلا نہیں چھوڑا... تیرے لیے میں مثلِ حور بیوی لائی... تجھے خوشیوں کے سُپرد کر کے میں غموں میں سمٹ گئی... دے کر تجھے اپنی زندگی کا نور، خود اندھیروں میں لوٹ گئی...!!“ حمنہ گم صُم سی بیٹھی دل ہی دل میں بول رہی تھی کہ بلال نے آواز لگائی: ”ماں! ماں! ہم دونوں باہر جا رہے ہیں۔ آپ انتظار نہ کرنا، بلکہ جلدی سو جانا۔ مجھے صبح آپ ہی نے ناشتہ بنا کر دینا ہے۔“ بلال اتنا کہہ کر باہر سے دروازہ بند کر دیتا ہے اور حمنہ خاموش، غم کی مورتی بنی کھڑی رہی۔

”بیٹا بلال! مجھے تم سے کچھ چاہیے تھا؟“ حمنہ نے بلال کو ناشتہ دیتے ہوئے کہا۔

”ماں! ابھی میرے پاس وقت بالکل نہیں ہے، بعد میں بات کر لیجیے گا۔“ بلال نے جلدی جلدی ناشتہ کرتے ہوئے کہا۔

حمنہ دل میں کہتی ہے: ”بیٹا! مجھے وقت ہی تو تم سے چاہیے تھا۔“ پھر وہ خاموشی سے کچن کی طرف لوٹ جاتی ہے۔ آنکھوں میں آنسو چھپائے، وہ بلال کے بچپن میں چلی جاتی ہے۔ ماضی کی یادوں میں بھٹکتی حمنہ کو پتا ہی نہ چلا کہ کب اس کے دوپٹہ میں آگ لگ گئی۔ ”ماں! یہ دھواں کیسا ہے؟“ بلال نے کچن میں داخل ہوتے ہوئے کہا، مگر تب تک بلال نے دیکھا کہ آگ حمنہ کے دامن تک پہنچ چکی تھی۔ بلال نے پانی سے وہ آگ بجھائی اور حمنہ کو کمرے میں لِٹا دیا۔

”ماں! آپ اتنی لاپروا کیوں ہوتی جا رہی ہیں۔ ہر وقت نہ جانے کیا سوچتی رہتی ہیں۔ کچھ چاہیے تھا تو یوں ہی کہہ دیتیں۔ آگ لگانے کی کیا ضرورت تھی خود کو۔ تہمینہ جو بھی کہتی ہے، صحیح کہتی ہے آپ کے بارے میں۔ میں آفس کے لیے لیٹ ہو رہا ہوں۔ آفس سے آ کر ڈاکٹر کو دِکھانے لے کر جاؤں گا۔

صبح سے شام ہو گئی... حمنہ کی درد بھری آہیں دیواریں بھی سن کر تڑپ گئیں، مگر بلال ابھی تک نہیں آیا۔ محلّے میں رہنے والی ایک خاتون نے حمنہ کی مرہم پٹّی کی اور چلی گئی۔ بلال اور تہمینہ شاپنگ کر کے آئے، جس میں تہمینہ کے پالتو کتے کا نیا پٹّا بھی آیا، مگر حمنہ کے لیے بلال کو کچھ خریدنا یاد ہی نہ رہا۔

تہمینہ اپنے کپڑے دیکھتے ہوئے کہنے لگی: ”بلال! یہ جو دوپٹہ ہے نا، یہ مجھے بالکل پسند نہیں آیا۔ آپ ایسا کریں اُسے باہر والے ڈسٹ بِن میں ڈالتے ہوئے جائیں۔ کوئی بھنگی لے لے گا اپنی بیوی کے لیے۔ بے چارے ان لوگوں کا بھی تو حق ہے۔“ بلال اٹھا اور اس دوپٹے کو باہر رکھے ڈسٹ بِن میں پھینک دیا، پھر اچانک بلال کو یاد آیا کہ آج ہی تو ماں کا دوپٹہ جلا تھا۔ اِس ریجیکٹ دوپٹے کو ڈسٹ بِن سے دوبارہ نکالا تو اس پر کافی دھول مٹی لگ چکی تھی، اُسے دو انگلیوں سے پکڑ کر بلال ماں کے کمرے کی طرف گیا۔ دیکھا تو حمنہ آنکھیں بند کیے لیٹی ہوئی ہے۔ بلال کے جوتوں کی آواز سے وہ پہچان تو گئی کہ بلال آ رہا ہے، مگر یہ پہلی بار تھا کہ حمنہ درد کی شدّت سے اٹھ نہ سکی اور آنکھیں بند کیے لیٹی رہی۔ ”ماں! دیکھو میں آپ کے لیے نیا دوپٹہ لایا ہوں۔ بہت مہنگا ہے۔ آپ سو رہی ہیں؟“ کچھ لمحے جواب نہ ملنے پر وہ کھڑا رہا، پھر دوپٹہ حمنہ کے سر کے قریب رکھ کر چلا گیا۔ بلال کے جاتے ہی حمنہ اس دوپٹے کو دیکھتی ہے۔ نہایت باریک اور گرد آلود دوپٹہ... ایسا لگتا تھا، جیسے اسے کچرے سے اٹھایا ہو۔ انتہائی مشقّت سے حمنہ اس دوپٹے کو اپنے سینے سے لگاتی ہے اور بہت روتی ہے۔

میری زندگی کی وہ جستجو، میرے دل کی ہے وہی آرزو
میری ہر خوشی کا سبب ہے جو، کہیں وہ ہی مجھ کو رُلا نہ دے

بلال کا باہر کا ویزہ لگ جاتا ہے اور وہ تہمینہ کو بھی ساتھ لے جاتا ہے۔ ”ماں! میں آپ سے وقتاً فوقتاً فون پہ بات کرتا رہوں گا۔ آپ گھبرائیے گا نہیں۔ میں نے محلّے والوں سے کہہ دیا ہے، وہ آپ کا خیال رکھیں گے۔ الوداعی سلام کر کے بلال اور تہمینہ، حمنہ کو تنہائی کی کوٹھڑی میں بند کر کے چل دیے اور چند ہی دنوں کے بعد حمنہ کا انتقال ہو گیا۔ یہ بدنصیب بیٹا اپنی بوڑھی ماں کا چہرہ بھی نہ دیکھ سکا۔

عرصہ دراز کے بعد جب تہمینہ اسے چھوڑ کر چلی گئی اور موڈرن بچوں نے بوڑھے باپ کو گھر کا پُرانا سامان سمجھ کر نکال دیا تو بلال کو ماں کی یاد آہی گئی۔ سردی والی کالی رات میں کہیں جگہ نہ ملنے پر بلال پرانے قبرستان میں جا بیٹھا۔ اس کی نظر ایک دبی ہوئی قبر پر پڑی، جس کی قبر پر کچھ لکھا ہوا تھا۔ اپنے ہاتھ سے تختی پر لگی دھول کو اس نے صاف کیا تو اس پر حمنہ لکھا ہوا تھا اور چند اشعار بھی۔

میری راکھ میں ہے دبی ہوئی، وہی آگ سی جو بجھی نہیں
ذرا بے وفائی سے باز آ، مجھے اتنی تیز ہوا نہ دے

MAHMOOD SWEETS
Since 1978
SPECIAL RABRI
So Sweet So Irresistible
ISO 9001 2015
ISO 22000 2005
Certified
DAkkS
Halal PS3733
ربڑی
RABRI
PURE AND FRESH
Water Pump, Federal B Area, Karachi. 0332-2240493
Badar Commercial, DHA V Ext. Karachi. 0331-3251199
mahmoodsweets.com
@mahmoodsweetspakistan

”علی بھائی...!! مجھے چڑیا گھر لے جائیں ناں...!!“ گڈّو میاں نے معصومیت سے اپنے چچازاد علی کی طرف دیکھ کر کہا۔
”یہ آخر تم کو چڑیا گھر جانے کا شوق کیوں پیدا ہوا ہے...؟؟“ علی بھائی نے ناک بھلاتے ہوئے کہا۔
”وہ... علی بھائی!! ہم نے اسکول میں ”چڑیا گھر کی سیر“ نظم پڑھی ہے۔ مِس نے بتایا کہ اس میں سے بہت سارے جانور اصلی میں چڑیا گھر میں موجود ہیں۔
پیارے بھائی!! مجھے اپنی موٹر بائیک پر بٹھا کر چڑیا گھر لے چلو ناں!!“
گڈّو میاں کی وضاحت اور شوق کو دیکھتے ہوئے ’آخر کار علی کو حامی بھرنا ہی پڑی اور یوں جمعہ کے دن چڑیا گھر جانا طے ہوا۔

”ارے ’واہ...!! یہ چیتا ہے ’مگر اتنا غصے میں ٹہل رہا ہے۔“ گڈّو میاں خوف زدہ ہو کر گویا ہوئے۔
پھر تھوڑا آگے جا کر گڈّو میاں کو سیڑھیاں نظر آئیں: ”علی بھائی...!! ان سیڑھیوں کے اوپر کیا ہے؟“ گڈّو میاں نے آخر تجسّس کے مارے پوچھ ہی لیا۔
”سیڑھیاں چڑھ کر نیچے کی جانب ایک کھائی بنی ہوئی ہے ’جس میں بھالو (ریچھ) رہتا ہے۔“ علی نے بتایا۔
بھالو کا نام سن کر گڈّو میاں کی آنکھیں چمکیں اور وہ پھلانگتے ہوئے سیڑھیاں چڑھنے لگے۔
”واہ! واہ...!! یہ بھالو تو کرتب دکھا رہا ہے۔“ گڈّو میاں نے خوشی کا اظہار کیا۔
بھالو کے کرتب دیکھ لینے کے بعد گڈّو میاں اترے تو سامنے ایک تیر والے نشان جیسے بورڈ پر بندر لکھا ہوا تھا۔
گڈّو میاں اس سمت تقریباً دوڑنے لگے۔ پندرہ ’بیس قدم کے بعد بندروں کے بڑے بڑے پنجرے نظر آنے لگے۔
”لو ’پکڑو! کیچ... کیچ!“ گڈّو میاں بندروں کو اپنے ساتھ لائے ہوئے کیلے پکڑانے میں مصروف تھے۔ بندر بھی بڑی مہارت سے کیچ پکڑ کر ’چھلکا اتارتے ہوئے کیلوں کو مزے سے کھانے لگے۔ علی بھائی نے گڈّو کو اس طرح خوش ہوتا دیکھ کر ’اپنے پاس رکھی ہوئیں پھلیاں بھی گڈّو کے حوالے کر دیں ’پھر گڈّو میاں کی خوشی دیکھنے کے قابل تھی ’وہ بندروں کو پھلیاں کھلانے میں مصروف ہو گئے۔ گڈّو میاں کافی دیر بندروں کے پنجرے کے پاس لطف اندوز ہوتے رہے۔
پھر گڈّو میاں کا رخ جھیل کی طرف ہوا ’جہاں ڈھیر ساری بطخیں اور بگلے ان کے منتظر تھے۔
گڈّو میاں بطخوں کے لیے پاپ کارن لائے تھے۔ اب گڈّو پاپ کارن ڈال رہے تھے اور بطخیں ان کو کھانے کے لیے ایک دوسرے کے اوپر چڑھی جا رہی تھیں ’بہت پُر لطف منظر تھا۔ اب تو علی بھائی کو بھی مزہ آنے لگا ’پھر گڈّو میاں نے جھیل میں چلتی کشتیوں کا ٹکٹ خریدا اور کشتی کی سواری کے خوب مزے اُڑائے...!!
گڈّو میاں کی نظر اچانک سے پرندوں کے پنجروں پر پڑ گئی۔ سُرخ ’نیلا ’پیلا اور ہرا رنگ لیے اتنا بڑا افریقن طوطا پہلی بار گڈّو میاں نے دیکھا تھا۔
”قدرت کے ایسے شاہکار دیکھ کر سبحان اللہ پڑھنا چاہیے ’جس سے اللہ کی تعریف بیان ہوتی ہے کہ اس نے اتنے خوب صورت پرندوں کی تخلیق کی۔“ علی نے گڈّو کو بتایا پرندوں کے پنجروں سے ہوتے ہوئے گڈّو میاں مور کے پنجرے کے پاس رُک گئے۔ مور صاحب آج موڈ میں تھے اور اپنے پَر کھول کر جھوم رہے تھے۔
گڈّو میاں نے ماشاء اللہ اور سبحان اللہ کے نعرے لگانے شروع کر دیے اور بڑے غور سے مور کو دیکھنے لگے۔
مغرب کا وقت ہونے والا تھا ’مگر چڑیا گھر کی سیر ابھی بھی باقی تھی۔ علی بھائی نے گڈّو میاں سے اگلی بار دوبارہ لانے کا وعدہ کیا اور گڈّو میاں خوشی خوشی جانوروں کو اللہ حافظ کہتے ہوئے علی بھائی کے ساتھ گیٹ کی جانب بڑھے۔

ماہنامہ فہم دین
جنوری کے نئے سوالات

سوال نمبر 1 : حضرت معاذؓ نے اپنی سواری کی رکاب میں پاؤں رکھ لیا تو آپ ﷺ نے کیا وصیت فرمائی؟

سوال نمبر 2 : حضور اکرم ﷺ کو کونسے اور کتنے کپڑوں میں کفن دیا گیا؟

سوال نمبر 3 : حضرت عبداللہ بن عمرؓ حضور اکرم ﷺ کی بے حد اتباع کیسے کرتے تھے؟

سوال نمبر 4 : مہریار کو دس ہزار اشرفیاں کیوں ملیں؟

سوال نمبر 5 : ریجنالڈ کا سر کس نے قلم کیا؟

پیارے بچو
کیا آپ کو معلوم ہے کہ

اللہ کے حکم نماز کی اچھے طریقے سے ادائیگی سے ہم اللہ کے ذمے میں آجاتے ہیں۔
نبی کریم ﷺ کا پاک فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ
میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں اور اس کا میں نے اپنے لیے عہد کرلیا ہے کہ جو شخص ان پانچ نمازوں کو ان کے وقت پر ادا کرنے کا اہتمام کرے گا'
میں اس کو اپنی ذمہ داری پر جنت میں داخل کروں گا اور
جو ان نمازوں کا اہتمام نہ کرے تو مجھ پر اس کی کوئی ذمہ داری نہیں۔
دیکھا پیارے بچو! کتنی بڑی فضیلت ہے نماز کو اہتمام سے ادا کرنے کی کہ
انسان اللہ کے عہد اور ذمہ داری میں داخل ہو جاتا ہے۔
ایک ایسی عبادت جس میں کوئی مشقت بھی نہ ہو'
اس کو شوق سے ادا کرنے پر اللہ تعالیٰ جنت میں لے جانے کا وعدہ فرما رہے ہیں۔
پیارے بچو! ہمیں بھی چاہیے کہ پورے شوق سے پانچوں وقت کی نماز ادا کریں۔

نومبر کے سوالات کے جوابات

سوال نمبر 1 : حضرت ابراہیم حربی رحمۃ اللہ علیہ۔

سوال نمبر 2 : آگ کا وہ شعلہ جو فرشتے شیطانوں کو مارتے ہیں۔

سوال نمبر 3 : بلی کا۔

سوال نمبر 4 : دُلاری۔

سوال نمبر 5 : دروازہ زور سے بند کرنے کی۔

نوٹ: آپ کا بنایا ہوا پیارا سا فن پارہ ہو یا سوالات کے جوابات ہوں اس کے ساتھ اپنا نام' عمر' کلاس' ایڈریس اور فون نمبر ضرور لکھے گا' ورنہ وہ قابلِ اشاعت نہیں ہوگا۔اور پھر اسے ماہنامہ فہمِ دین کے ایڈریس پر پوسٹ کر دیں' یا پھر وٹس اپ کے ذریعے 0304-0125750 پر ہمیں سینڈ کردیں۔

نومبر کے سوالات کا درست جواب دے کر انعام جیتنے والے تین خوش نصیبوں کے نام

1...جویریہ زر' ششم' 12 سال' کراچی

2...محمد مصطفیٰ' پنجم' 11 سال' کراچی

3...خلیل الرحمان' میٹرک' بیت السلام تلہ گنگ

ان میں سے ہر ایک کو 300 روپے نقد اور ماہنامہ فہمِ دین مبارک ہو۔

نوٹ: پیارے بچو! اس صفحے پر جو سوالات آپ سے پوچھے جاتے ہیں' یہ فہم دین کے سابقہ دو شماروں سے ہوتے ہیں اور ان کے جوابات ایک شمارہ چھوڑ کر اس سے اگلے شمارے میں ذکر کیے جائیں گے' تاکہ زیادہ سے زیادہ بچوں کے جوابات وصول ہو سکیں' پھر درست جواب دینے والوں کے نام بھی بتائیں گے اور اوّل' دوم' سوم کے لیے انعامات کا بھی۔

درست جوابات دینے والے دیگر شُرکاء کے نام

- محمد عثمان' 11 سال' حفظ' کراچی
- جویریہ حسین' سوئم' 9 سال' کراچی
- محمد عمار' میٹرک' بیت السلام تلہ گنگ
- امیر عمر' میٹرک' چکوال
- محمد عکاشہ' اولیٰ' 17 سال' بیت السلام کراچی

بچوں کے فن پارے

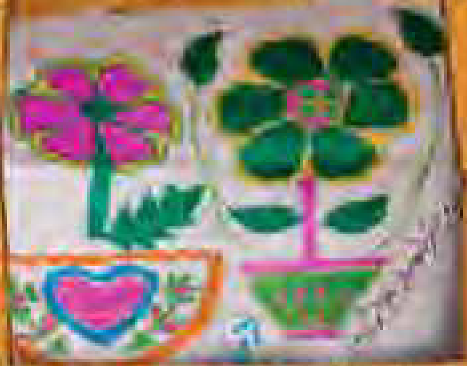

خدیجہ الکبریٰ، (ناظرہ) ۱۵ سال، بوہاک ناڑی بلوچستان

ارینہ عبدالرحمن ، ۱۰ سال، کراچی

حافظ ... ، سولہ سال،
... ، اورکزئی

سید عمر علی، حفظ، ... سال، کراچی

حسن علی حیدری، ۱۲ سال، جعفر ... کراچی

سید عبداللہ علی، ... سال، کراچی

محمد ... ، ... سال، کراچی

Your Friend In Real Estate

جُنیدامین

الحمدللہ پورے اطمینان اور بھروسے کے ساتھ
بحریہ ٹاؤن، ڈی ایچ اے سٹی اور ڈیفنس کراچی میں
محفوظ اور منافع بخش سرمایہ کاری۔
معلومات اور مشورے کے لیے

جنیدامین

نزد مسجد بیت السلام، خیابان جامی، فیز 4، ڈیفنس، کراچی

021-35313254 - 0300-9213373 junaidameen@live.com

قاتل ہیرا

محمد شمائل کامران

پاک سیکرٹ سروس کے دونوں جانباز علی اور امجد اس جنگل بیابان میں موجود ایک خستہ حال عمارت کی طرف ایک تناور درخت کی اوٹ سے نظریں جمائے بیٹھے تھے۔ ”یہاں سے ہمیں وہ چیز حاصل کرنی ہے“ علی نے کہا۔ ”خبردار! اس چیز کا نام بھی منہ سے نہ نکالنا‘ تمہیں پتا نہیں ہے کہ دیواروں کے بھی کان ہوتے ہیں۔“ امجد نے کہا مگر اس کی نظریں بدستور عمارت کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ ”ہاں ہاں مجھے پتا ہے لیکن جناب والا کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ ہم یہاں دیواروں کے نہیں بلکہ درختوں کے درمیان کھڑے ہیں“ علی نے جلے انداز میں کہا۔ ”لیکن کیا درختوں کی دیواریں نہیں ہوتیں۔“

”اچھا بھائی! چپ رہو اور سوچنے دو کہ ہم وہ چیز کیسے حاصل کریں جبکہ اس عمارت میں تقریباً بیس محافظ ہیں جو کسی آن میں بھی ہماری چٹنی بنا سکتے ہیں۔“

”چلو اچھا ہے... کھانے کے کام آجائیں گی یا چیز؟؟؟“ اس نے بے خیالی میں کہا۔ ”بھئی ہماری چٹنیاں اور کیا؟“

”میں نے کہا کہ خاموش ہو جاؤ ورنہ میں کمانڈر کو شکایت کر دوں گا“ علی نے آنکھیں نکالیں۔

”اچھا بڑے بھائی! غصہ تھوک‘ دیں میں آپ کو ان سے نپٹنے کی ترکیب بتاتا ہوں“ ”اچھا جلدی بتاؤ!!“

”لیکن جلدی بتانے کی کیا ضرورت ہے‘ میں اور آپ کہیں بھاگے تو نہیں جا رہے‘ نہ ہماری ٹرین چھوٹ رہی ہے۔“

”اب مجھے پتا چلا کہ تم کتنے نکمّے اور باتونی ہو‘ میں پہلی فرصت میں کمانڈر کو تمہاری شکایت لگاؤں گا“ علی کا غصہ گویا آسمان سے باتیں کرنے لگا۔

”اچھا تو یہ بات ہے!! آپ ذرا مجھے وہ ہیرا دکھائیں جو کمانڈر نے ایسے موقعوں کے لیے آپ کو دیا تھا۔“

”ارے کیا کہا! وہ مارا! ساتھی ہو تو تم جیسا!“ علی کا سارا غصہ سمندر کی جھاگ کی طرح بیٹھ گیا اور وہ جوش کی وجہ سے اچھل پڑا۔

”اب آپ کا میری شکایت لگانے کا کیا پروگرام ہے؟؟“ امجد نے برا سا منہ بنا کر کہا۔

”نہیں وہ تو میں مذاق کر رہا تھا‘ چلو ترکیب تم نے ہی بتائی ہے تو اس پر عمل درآمد بھی تم ہی کرو۔“ یہ کہہ کر علی نے ہیرا امجد کی طرف اچھال دیا۔

”اس کو کہتے ہیں کہ جو بولے وہی کنڈا کھولے“ امجد نے مسکرا کر کہا اور ہیرا پوری قوت سے ایک خاص زاویے پر اچھال دیا ہیرا ہوا میں بہت دور تک گیا اور پھر عمارت کے باہر کھڑے ہوئے ایک محافظ کے پاس جا کر گرا۔ ”ارے! یہ کیا ہے“ یہ کہہ کر اس محافظ نے ہیرا اٹھالیا اور اس کو ٹٹولنے لگا۔

”ارے!! یہ تو ہیرا ہے‘ شاید کسی پرندے کو کہیں سے مل گیا ہوگا اور وہ اس کو اپنے پنجوں میں لے کر جا رہا ہوگا کہ اس سے یہاں گر گیا‘ لیکن مجھے اس سے کیا‘ بس قدرت کی طرف سے مجھے یہ انعام ملا ہے۔“ اس نے سوچا اور ہیرے کو جیب میں رکھ لیا۔ ”ارے شیدے!! یہ چوروں کے انداز میں کیا چیز چھپا رہے ہو ہے؟؟“ پاس کھڑے دوسرے محافظ نے سوال داغا۔ ”کچھ بھی نہیں“ اس نے بہت ہی برا سا منہ بنایا۔

”اگر ایسے نہیں بتاؤ گے تو ہم دیکھ لیں گے کہ ہمارے شیدے کو کیا ہوا ہے“ یہ کہہ کر اس نے شیدے کی طرف قدم بڑھا دیے اس وقت نجانے شیدے کے دل میں کیا آیا کہ اس نے اپنی اسٹین گن کا فائر کھول دیا اور آنِ واحد میں وہاں موجود سارے محافظین دَم توڑ گئے۔ ”اب میں اس کو لے کر گھر جاؤں گا اور بہت جلد امیر ہو جاؤں گا اور ساتھ میں روپوش بھی ہو جاؤں گا‘ تاکہ کوئی میرا سراغ نہ لگا سکے۔“ وہ ہیرے کو دیکھ کر بڑبڑا رہا تھا جس کی خاطر اس نے اپنے بیس کے قریب ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا وہ ابھی انھیں سوچوں میں گم تھا کہ ایک فائر ہوا

(بقیہ ص 39 پر)

بول کہانی

شتر مرغ کی اوں اوں اوں

عمر بن علی ایک بہت ذہین اور نفیس چھوٹا سا لڑکا تھا‘ جو عرب کی ایک قصباتی وادی ایمن میں رہتا تھا۔ یہ وادی مضافاتی تھی ‘مگر خوب صورت تھی۔ چھوٹے بڑے پہاڑوں کے درمیان عمر بن علی کا بھی کھجور کے پتّوں اور نوکیلے پتھروں سے بنا ایک پیارا سا گھر تھا‘ جہاں وہ اپنے مادر پدر کے ہم راہ ہنسی خوشی رہتا تھا۔ اکلوتا ہونے اور پیاری پیاری باتیں کرنے کی وجہ سے گول مٹول عمر بن علی کو گھر اور محلّے کے سب ہی افراد پیار کرتے تھے ‘اُسے پھول ‘پودے ‘چاند ‘تارے ‘چرند ‘پرند اور جانور بہت اچھے لگتے تھے ‘ وہ ہر سال اپنے مدرسے میں نمایاں نمبروں سے کام یاب ہوتا تھا۔ اس موقع پر اس کے والد کچھ نہ کچھ تحفہ ضرور دیتے تھے۔ اس دفعہ عمر بن علی کو بہت حیرت تھی۔ یہ بڑا عجیب و غریب جانور تھا‘ جس کے پَر بھی تھے۔ شکل سے بطّخ سے ملتا جلتا تھا۔ اس کے والد صاحب نے بتایا: ”یہ پرندوں میں سب سے بڑا پرندہ ہے ‘اس کا اصل وطن عرب اور افریقہ کے ریگستان ہیں۔“

عمر نے دیکھا کہ شتر مرغ کی آنکھیں بڑی ‘ سر چھوٹا ‘ گردن پتلی ‘ ٹانگیں لمبی ‘بغیر بال اور پَر کے ہیں۔ رنگ کے لحاظ سے شتر مرغ سیاہ ‘ سفید اور خاکستری رنگ کے ہوتے ہیں۔ اس کے ناخن بہت تیز ہوتے ہیں۔ جب یہ پیر اٹھائے تو اس سے بچ کے رہنا۔“ بابا کی بات اس نے غور سے سنی۔ ”ریگستان کے رہنے کی وجہ سے اسے چلنے پھرنے کے لیے بڑا اور وسیع علاقہ چاہیے۔ اس کے پاؤں اونٹ کے پیر سے مشابہ ہوتے ہیں۔“ شام ہو رہی تھی۔ عمر بن علی بہت خوش تھا۔ والد صاحب کے ساتھ بازار گیا اور اُس کے لیے اناج اور گھاس لے کر آیا۔ شتر مرغ بہت بھوکا تھا‘ اس نے اناج اور گھاس خوب پیٹ بھر کر کھایا اور پانی پی کر اوں ‘اوں کی آواز نکالی۔ پہلے اللہ کا اور پھر عمر کا شکریہ ادا کیا اس پر عمر حیران تھا۔ بابا! یہ تو بات کرتا ہے!“ عمر نے اپنے بابا کو متوجہ کیا۔ ”ہاں! یہ آپ کا دوست بن جائے گا۔“ بابا نے کہا تو عمر خوش ہو گیا۔

شتر مرغ کی عمر سے گہری دوستی ہو گئی تھی۔ عمر شتر مرغ کی پیٹھ پر بیٹھ کر پوری وادی میں گھومتا ‘پھرتا تھا۔ جب شتر مرغ کو بھوک لگتی تو وہ اُوں اُوں کرتا‘ پھر مٹی اور پتھر کھانے لگتا تو عمر حیران ہوتا۔ علاقے میں قحط ہوا۔ گرمی شدید تھی۔ عمر کو فکر ہوئی‘ کہیں شتر مرغ مر نہ جائے ‘لیکن اس کی والدہ نے بتایا: ”جس طرح اونٹ پانی کے بغیر رہتا ہے ‘اسی طرح یہ پرندہ بھی پانی کے بغیر رہ سکتا ہے۔“ عمر چاہتا تھا کہ شتر مرغ اسے آسمان کی سیر کروائے ‘لیکن اس کا جسم زیادہ وزنی تھا اور بازو کم زور تھے ‘اس لیے وہ اُڑ نہیں پاتا تھا‘ مگر وہ دوڑتا بہت تیز تھا۔ عمر کو اس کی پیٹھ پر بیٹھ کر بہت لطف آتا تھا۔ عمر نے ایک بات نوٹ کی کہ جب بھی شتر مرغ اٹھتا تو پہلے ایک جُھرجُھری لیتا‘ اس طرح اس کے بہت سے پَر گر جاتے تھے۔ اس کی انّا سارے پَر چُن لیتی اور اسے بتاتی۔ ”عمر! اس کے پَروں سے گھر کے سجانے کی چیزیں بنتی ہیں ‘جو ساری دنیا میں استعمال ہوتی ہیں۔ ایک روز عمر نے دیکھا‘ موسم بہت خوش گوار تھا۔ وادی میں بادل چھا رہے تھے۔ اِس روز عمر بہت خوش تھا‘ وہ مدرسے میں دوڑ کے مقابلے میں اوّل آیا تھا‘ وہ ایک پتھر پر چڑھا اور شتر مرغ کے کان میں کہا۔

”شتر مرغ‘ میرے دوست...! آج مجھے آسمان کی سیر کرواؤ۔ دیکھو میں دوڑ کے مقابلے میں اوّل آیا ہوں۔“ شتر مرغ نے پَر پھیلائے اور اُوں اُوں کر کے

عمر کا شترو

ڈاکٹر الماس روحی

شاباشی دی۔ شتر مرغ نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھیں بند کیں، اس لمحے اس نے اللہ سے دعا کی: ”اے اللہ! مجھے اڑنے کی استطاعت نصیب فرما۔ یہ بچہ بہت معصوم ہے اور پیارا ہے، جو میرا بہت خیال رکھتا ہے۔ میں اِس کا دل توڑنا نہیں چاہتا۔ تُو چاہے تو کیا کچھ نہیں کر سکتا۔ میرے اللہ! میرے کم زور پَروں کو اتنی طاقت دے دے کہ میں اس کو آسمان کی سیر کرواسکوں۔“ اتنے میں شتر مرغ کی پیٹھ پر عمر بیٹھ چکا تھا اور یہ دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا کہ جب شتر مرغ اُڑنے لگا۔ زمین پر سب کچھ چھوٹا چھوٹا نظر آتا جا رہا تھا، کیوں کہ شتر مرغ مزید بلندی کی طرف جا رہا تھا۔ اب عمر بادلوں کو ہاتھ لگا کر چھو سکتا تھا۔ آسمان کی خوب سیر کر لینے کے بعد شام کو جب عمر شتر مرغ کے ہم راہ گھر پہنچا تو اُس کی والدہ رو رہی تھیں، اس کے ابو اچانک بیمار پڑ گئے تھے۔ والدہ جو ٹوپیاں اون کی بناتی تھیں، اس کے والد وہ بازار میں فروخت کرتے تھے، اس سے ان کے گھر کا گزر بسر ہوتا تھا۔ دیکھتے ہی دیکھتے گھر کے حالات بگڑتے جا رہے تھے۔ عمر بہت پریشان ہوا۔ ایک دن عمر مدرسے کی فیس ادا نہ کرنے کی وجہ سے مایوس بیٹھا ہوا تھا۔ شتر مرغ سے اُس کی یہ حالت دیکھی نہ گئی۔ شتر مرغ بولا: ”انسان کو ہمت سے کام لینا چاہیے، اس طرح اُداس اور پریشان رہنے سے ننھے دوست تم بھی بیمار پڑ جاؤ گے۔“

”دوست! میں اپنے والد کے لیے کچھ کرنا چاہتا ہوں اور اِن کی مدد کرنا چاہتا ہوں، تاکہ وہ اپنا علاج کروا سکیں اور ہم پھر سے ہنسی خوشی رہنے لگیں۔“ عمر روتے ہوئے شتر مرغ کو بتانے لگا۔ شتر مرغ نے کچھ دیر سوچا اور پھر کہا: ”اُوں اُوں اُوں! آؤ! میری پیٹھ پر بیٹھ جاؤ! میں تمھیں ایک جگہ لے چلتا ہوں۔“ شتر مرغ نے اُڑنا شروع کیا۔ آسمان پر اُڑتے پرندے حیرت سے اتنے بڑے پرندے کو دیکھ رہے تھے اور اس سے ڈر رہے تھے، مگر شتر مرغ تو اُڑتا جا رہا تھا۔ آخر اُڑتے اُڑتے وہ ایک بہت بڑے پہاڑ پر اتر گیا۔ عمر سمجھا شاید اس کا شتر مرغ تھک چکا ہے اور آرام کرنا چاہتا ہے، اس لیے جب عمر بھی پہاڑ پر اترا تو اِدھر اُدھر دیکھنے لگا، وہاں ایک غار تھا۔ اس غار میں وہ اپنے شترو کے ساتھ گیا، جہاں ایک صندوق رکھا ہوا تھا، جو ہیرے جواہرات سے بھرا ہوا تھا۔ شتر مرغ نے عمر سے کہا۔ ”اُوں، اُوں، اُوں... دوست!! بصرہ کا ایک بادشاہ تھا، جس نے مجھے یہ صندوق کسی ضرورت مند کو دینے کے لیے دیا تھا۔ یہ اب تمہارا انعام ہے۔ تم اِسے رکھ لو اور میرے آقا کا علاج کرواؤ، تاکہ وہ پھر سے کام کر سکیں۔“ یوں عمر کے والد کا علاج ہوا اور عمر پھر سے مدرسے جانے لگا۔ شتر مرغ روز عمر کو مدرسے چھوڑ کر آتا ہے اور سب بچے حیرت سے اُسے دیکھتے ہیں۔

نفیس...صاف سُتھرا	فروخت...بیچنا	قصبہ...گاؤں	بَلندی...اونچائی
والد...باپ	والدہ...ماں	ہم راہ...ساتھ	لُطف...مزہ
مادر، پِدر...ماں، باپ	خاکستر...خاکی مٹی جیسا رنگ	وسیع...پھیلا ہوا	مشابہ...ملتا جلتا
انّا...ملازمہ	اِستِطاعَت...صلاحیت، توفیق	معصوم...بھولا بھالا	

وہ ہیرے کو دیکھ کر بڑبڑا رہا تھا جس کی خاطر اس نے اپنے بیس کے قریب ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا وہ ابھی انہیں سوچوں میں گم تھا کہ ایک فائر ہوا اور اس کی اسٹین گن دور جاتی نظر آئی اور ساتھ ہی ایک کرخت دار آواز سنائی دی ۔”خبردار!! اپنے ہاتھ اٹھا لو اور ہیرا اِدھر پھینک دو“

اس نے دیکھا کہ اس کے سامنے دو نوجوان پستول لیے کھڑے تھے۔ ”تت، تم کون ہو؟؟“ ”ہہ... ہم امجد اور علی ہیں“ امجد نے شوخ لہجے میں کہا۔

”واہ! کیا معقول جواب ہے“ علی بولا لیکن ساتھ ہی ایک عجیب بات ہوئی کہ شیدے نے ہیرا پوری قوت سے علی کے سر پر مارا لیکن علی بڑی مہارت سے وار بچا گیا اور ہیرا پیچھے ایک درخت سے جا ٹکرایا۔ ”بس!! یا اور کچھ امیدیں باقی ہیں“ علی طنزیہ لہجے میں بولا ”افسوس تم نے لالچ میں آکر اپنے تمام ساتھیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور تم نے یہ بھی نہ سوچا کہ یہ کسی کی سازش ہو سکتی ہے، افسوس تو اس بات پر ہے کہ ہمارے مسلمان بھائی اسی طرح سازشوں کا شکار ہو کر ایک دوسرے کو مار رہے ہیں، قتل کر رہے ہیں لیکن اُن سازشوں کا پردہ چاک کرنے والا کوئی نہیں، خیر تم تو جاؤ نجانے تم نے ہمارے دین و قوم کے خلاف کتنی سازشوں میں شرکت کی ہوگی، کتنے مظلوم مسلمانوں کو شہید کیا ہوگا۔“ علی کا لہجہ نفرت زدہ ہو گیا، یہ نفرت اسے اسلام کے دشمنوں سے تھی اس کے ساتھ ہی اس نے پستول کا ٹریگر دبا دیا۔ ”نن، نہیں! نہیں“ شیدے کے منہ سے آخری الفاظ بس یہی نکل سکے اور اس کے بعد وہ کسی کٹے ہوئے شہتیر کی طرح گر گیا۔ ”یہ تو گیا۔ چلو ہم اب عمارت سے 'وہ' چیز حاصل کرتے ہیں۔“ علی نے مسکرا کر امجد سے کہا۔ ”ہاں لیکن 'وہ' چیز حاصل کرنے سے پہلے 'وہ' ہیرا تو اٹھا لیں بعد میں ہمارے کام آئے گا ورنہ یہاں پڑا پڑا سڑ نہ جائے“ ”ہاں ٹھیک ہے! کوئی حرج نہیں۔“ علی نے کہا پھر انہوں نے ہیرا اٹھا کر عمارت سے 'وہ' چیز حاصل کرنے کے لیے عمارت کی طرف قدم بڑھا دیے۔

PUE

PERVAIZ UMAR ENTERPRISE

Highly Experienced Clearing & Forwarding Agents Advisors and Attorneys in Customs Cases

We are a leading CLEARING, FORWARDING concern operating in Pakistan. We excel to the entire satisfaction of our long list of clientele who have always reposted their complete confidence on us. Imbued with this sense of achievement, we are proud of our countrywide clientele of repute. We are approved and enlisted Clearing and Forwarding Agents of all Commercial and National Banks in Pakistan.

We have vast experience of handling more than 65% imports of Heavy Plants, Machinery and Turn-Key Projects of "Textile, Sugar, Cement and Power Sectors" besides other industrial raw material and commercial consignments, which have enabled us to adopt and handle all sorts of imports and have become our permanent business associates.

Head Office, Karachi

1st Floor, Commerce Centre, Hasrat Mohani Road
TEL: 021-32630724 - 32633641 FAX: 021-32633646
EMAIL: pervaizumar@hotmail.com
headoffice@pervaizumarenterprise.com

Branch Office, Lahore

19-G, Gulberg II, Lahore.
Tel: 042-35764929 - 35764933
Fax: 042-35764934

احمد جیسے ہی گھر آیا' تب سے اب تک گم صم بیٹھا ہوا تھا۔ کھانے میں بھی گھر کے سب افراد نے محسوس کیا۔

سب نے اشاروں میں بھی ایک دوسرے سے پوچھا کہ ''اِسے کیا ہوا ہے؟ کسی نے احمد کو ڈانٹا ہے کیا؟'' مگر جواب ''نہ'' میں تھا۔

عائشہ سے رہا نہ گیا' کیوں کہ احمد اور عائشہ کی ہر عادت ایک جیسی تھی۔ کوئی بات بھی ایسی نہ ہوتی جو یہ دونوں ایک دوسرے کو نہ بتائیں۔

احمد اپنے کمرے میں گیا تو عائشہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گئی۔ عائشہ کمرے میں جا کر کیا دیکھتی ہے کہ احمد جیسے کوئی چیز ڈھونڈ رہا ہو۔

عائشہ نے اندر آکر سلام کیا اور پوچھا:

''بھیّا! کیا بات ہے۔ آپ پریشان کیوں ہیں؟ کسی نے ڈانٹا ہے کیا آپ کو؟ یا باہر کسی سے لڑائی ہو گئی ہے؟''

''بہنا! میری ایک بات کا جواب دو۔ آپ کو مجھ سے پیار ہے نا...؟'' عائشہ نے نا سمجھنے کے انداز میں خالی ہاں میں سَر ہلا دیا۔

''بہنا! اگر میں بیمار ہو جاؤں تو آپ کیا کریں گی؟'' احمد نے پوچھا تو عائشہ گھبرا گئی۔

''تو... تو ڈاکٹر کو دکھاؤں گی۔ خیر تو ہے... کیا میں ڈاکٹر اَنکل کو بلواؤں؟''

''نہیں!'' احمد نے مختصر جواب دیا ''پھر...؟'' عائشہ نے پریشان ہوتے ہوئے کہا۔ ''اگر ہمارے چھوٹے بھائی حمّاد کو کچھ ہو جائے تو ہمیں دُکھ ہو گا نا...؟'' احمد نے ایک اور سوال کیا۔

''ہاں بھائی! مگر آپ کو ہوا کیا ہے؟ کیوں آپ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں؟''

''عائشہ! میں آپ کو کچھ محسوس کرانا چاہتا ہوں... آپ محسوس کریں نا؟''

''دیکھو بھائی! آپ صاف صاف بتا دیں۔ انشاء اللہ میں آپ کا پورا ساتھ دوں گی۔ مجھ سے آپ کی خاموشی نہیں دیکھی جا رہی۔'' عائشہ روہانسی ہو گئی۔

''میں بتا دوں گا...!! مگر آج مغرب کے بعد جب سب گھر میں ہی موجود ہوں گے۔ صحیح ہے نا...؟'' احمد نے سوالیہ نظروں میں اسے دیکھا۔

''جی!'' عائشہ حیران تھی کہ آخر ایسی کیا بات ہے' جو احمد مجھے نہیں بتا رہا۔ احمد اُٹھ کر چلا گیا اور عائشہ اسے دیکھتی رہ گئی کہ یہ وہی احمد ہے' جو گھر میں آتے ہی ہلّا گُلّا مچاتا تھا اور سب کو خوب ہنساتا تھا' مگر آج اتنا خاموش اور غمگیں ہے... اللہ رحم کرے! پتا نہیں کیا بات ہوئی ہے؟

عائشہ کے ساتھ امی' ابو' دادی' چاچی سب ہی بے چین تھے۔ پتا نہیں احمد کیا بتائے گا؟ مغرب تک تو جیسے تیسے وقت گزر گیا' مگر جیسے جیسے وقت گزرتا جا رہا تھا' عائشہ کے لیے ایک ایک منٹ گھنٹوں برابر لگ رہا تھا۔ اسلم صاحب نے بھی اپنے بیٹے کو دعا میں بِلک بِلک کر روتے دیکھا' کچھ وہ بھی پریشان ہو گئے۔ نماز سے فارغ ہو کر گھر آتے وقت راستے میں اسلم صاحب نے احمد سے کچھ نہیں پوچھا' کیوں کہ احمد نے کہا تھا کہ وہ گھر میں سب کی موجودگی میں پریشانی کی وجہ بتائے گا۔ احمد اپنے بابا کے ساتھ گھر پہنچ کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا' جہاں احمد کے چچا بھی کام سے آ چکے تھے' سب اس کا انتظار کر رہے تھے۔ آخر امی نے بات شروع کی۔ ''کیا ہوا ہے میرے بیٹے کو؟'' احمد کی لال آنکھیں گیلی ہو گئیں' پھر بھی وہ سنبھل کر بولا۔

''اگر مجھے کچھ ہو جائے تو آپ سب کیا کریں گے؟'' احمد نے پوچھا۔ ''اللہ نہ کرے...!! میرے لاڈلے کو کچھ ہو۔'' یہ دادی جان تھی۔

(بقیہ ص43پر)

چھٹی جماعت کی طالبات میں کھیلوں کے مقابلے جاری تھے۔
دراصل طالبات ششماہی امتحانات دے کر فارغ ہوئی تھیں‘ اس لیے اب اسکول میں کھیلوں کا ہفتہ منایا جارہا تھا۔ ساری طالبات بہت پُرجوش تھیں۔
عموماً کھیلوں کے مقابلے میں مُبشّرہ ہی اوّل آتی تھی۔ دوڑ کا مقابلہ ہو یا چھلانگ لگانے کا‘ کوئی مبشّرہ کو ہرا نہیں پاتا تھا۔ اوّل ٹرافی اسی کو ملتی تھی۔
آخر کار کھیلوں کا فائنل راؤنڈ آپہنچا۔ یہ جان کر ساری طالبات حیران تھیں کہ اس روز مبشّرہ غیر حاضر تھی۔
سب کو بڑی حیرت بھی ہوئی اور تشویش بھی اور پھر اس کی غیر حاضری کی وجہ سے اوّل ٹرافی رُمیصہ کو مل گئی۔
اگلے روز مبشّرہ اسکول میں داخل ہوئی تو بہت اداس تھی۔ ”مبشّرہ! آپ کل کیوں غیر حاضر تھیں؟“ مس حریم نے پوچھا۔
”مس! میں بیمار ہوگئی تھی‘ اس لیے آنہ سکی۔“ اس نے اداسی سے جواب دیا۔
”صحت مند زندگی گزارنے کے کچھ اصول ہوتے ہیں‘ آپ شاید ان پر عمل نہیں کرتیں‘ اسی لیے آئے دن بیمار ہوجاتی ہیں۔“
”وہ اصول کیا ہیں مس؟“ مبشّرہ نے فوراً دریافت کیا۔
”سب سے پہلے تو یہ کہ روزانہ صبح سورج نکلنے سے پہلے بیدار ہوجائیں اور اللہ کو یاد کریں‘ اس سے دل کو سکون ملتا ہے‘
پھر کھلی ہوئی ہوا میں کچھ دیر ضرور ٹہلنا چاہیے۔“ مس حریم بولیں‘ پھر ایک لمحہ رک کر دوبارہ گویا ہوئیں:
”دانتوں کو ضرور صاف کریں‘ اگر مسواک استعمال کریں تو یہ زیادہ بہتر ہے‘ کیوں کہ یہ سنّت بھی ہے اور فائدہ مند بھی‘
اس سے مسوڑھے مضبوط اور دانت تن درست رہتے ہیں۔ آنکھوں پر ٹھنڈے پانی کے چھینٹے ضرور مارنے چاہییں۔“
”اور بتایئے مس!“ شبانہ نے دل چسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ ”اپنے جسم کی صلاحیت کے مطابق ورزش کرنی چاہیے۔
روزانہ ورزش کرنے سے جسمانی اعضا مضبوط اور دورانِ خون ٹھیک ہوجاتا ہے۔ کاہلی دور ہوتی ہے اور کھانا ہضم ہوتا ہے۔“
”ورزش کے بعد پھر غسل کرنا چاہیے نا؟“ ودیعہ نے پوچھا۔ ”ہاں بیٹی! لیکن غسل کرنے سے پہلے سرسوں کے تیل کی مالش ضرور کریں۔
مالش سے جسم مضبوط ہوتا ہے‘ طاقت آتی ہے اور تمام اعضا اور اعصاب اچھی طرح کام کرتے ہیں۔“
”مس! مجھے سرسوں کے تیل سے ٹھنڈ ہوجاتی ہے۔“ خدیجہ بولی۔
”یہ کوئی پریشانی کی بات نہیں۔ سرسوں کا تیل اگر ٹھنڈ کرتا ہو تو اس میں لہسن یا اجوائن ڈال کر گرم کرلیں‘ پھر تیل ٹھنڈا کر کے مالش کریں۔“ مس نے سمجھایا۔

''کیا ورزش کرنے کے فوراً بعد غسل کرلیں؟'' سارہ نے سوال کیا۔
''نہیں بیٹی! ورزش کے آدھا گھنٹہ بعد غسل کریں۔ غسل کے لیے زیادہ ٹھنڈے یا بہت گرم پانی کا استعمال نہ کریں۔
گرمیوں میں ٹھنڈے اور سردیوں میں نیم گرم پانی سے غسل کریں۔
غسل کرتے وقت سب سے پہلے سر پر بہت ٹھنڈا یا بہت گرم پانی نہیں ڈالنا چاہیے۔
دماغ ہمارے جسم کا سب سے حسّاس حصّہ ہے، اگر گرمی کے دنوں میں ٹھنڈا پانی دماغ پر ڈال دیا جائے تو زکام کا خطرہ ہے اور سردی کے دنوں میں گرم پانی پہلے دماغ پر ڈال لیں تو بے چینی اور گھبراہٹ کے علاوہ آنکھوں پر بھی برا اثر پڑتا ہے۔
تیز گرم پانی سے بال سفید ہونا اور سر میں خشکی کی شکایت ہو سکتی ہے۔''
''مس! کیا ہم دوپہر کے کھانے کے بعد ورزش کر سکتے ہیں؟'' مسفرہ نے پوچھا۔
''نہیں بیٹی! دوپہر کے کھانے کے بعد آرام کرنا سنت بھی ہے اور فائدہ مند بھی۔
کھانے کے بعد دوڑنا یا نہانا نقصان دہ ہے۔'' بچیاں دلچسپی سے سن رہی تھیں۔
''گرم کمرے سے نکل کر فوراً باہر سردی میں جانا اور اسی طرح تیز دھوپ سے آکر ٹھنڈا پانی پینا اور فوراً نہا لینا سخت نقصان دہ ہے۔
پہلے جسم کے درجۂ حرارت کو متوازن ہو جانے دیں۔'' سارہ نے سب کو بتایا۔
''اسی طرح بہت ہلکی یا تیز روشنی میں پڑھنا یا لکھنا بھی نظر پر برا اثر ڈالتا ہے
اور ہاں ایک بات جو سب پر حاوی ہے، وہ کیا ہے بھلا؟'' مس حریم نے سب پر نگاہ ڈالی۔
''مس! میں بتاؤں!'' سارہ اٹھ کر بولی۔ ''ہمیشہ خوش رہنا چاہیے اور غصہ، لالچ، حسد، بغض، انتقام اور دشمنی جیسے جذبات سے بچنا چاہیے، کیوں کہ اس سے خون میں زہریلے عناصر بڑھ جاتے ہیں اور یہ سخت نقصان دہ ہے۔''
''میں ان تمام اصولوں پر پابندی سے عمل کروں گی، انشاء اللہ!'' مبشّرہ بولی۔
''اور میں بھی۔'' مسفرہ نے فوراً کہا۔ ''میں بھی...!'' ''میں بھی...!''
کلاس میں آوازیں گونجنے لگیں اور مس حریم مسکراتی ہوئی جماعت سے باہر نکل گئیں۔

''اگر مجھے کچھ ہو جائے تو آپ سب کیا کریں گے؟'' احمد نے پوچھا۔
''اللہ نہ کرے...!! میرے لاڈلے کو کچھ ہو۔'' یہ دادی جان تھی۔
''بتاؤ بیٹا کیا ہوا؟ آخر بات کیا ہے؟'' بابا نے کہا۔
''بیٹا! دیکھو سب پریشان ہو رہے ہیں، جو بات ہے آپ بتادو۔'' چچا بولے۔
''امی آج مسلمان بچوں کو ظالم مار رہے ہیں... ان سے ان کے والدین کو چھین رہے ہیں... ان کے پاس نہ پانی ہے... نہ کھانا ہے
امی! ہم ایک دن میں کتنی چیزیں کھاتے ہیں... مگر وہ لوگ ایک ایک لقمے کے لیے ترس رہے ہیں... پہننے کے لیے ان کے پاس کپڑے نہیں ہیں
امی ان کا اللہ کی ذات کے سوا اور کوئی نہیں ہے... امی ہمارے مسلمان بچے، بوڑھے، مرد، عورتیں، بہنیں سب مر رہے ہیں!!''
احمد گلوگیر لہجے میں سب کو بتا رہا تھا۔ گھر کا ہر فرد اَشک بار تھا۔ دادی جان نے احمد کو اُن کے غم میں اِتنا غمگیں دیکھا تو بول اُٹھیں:
''میرا بیٹا! صحیح کہہ رہا ہے، مگر ہم کر بھی کیا سکتے ہیں ان کے لیے؟ شام تو بہت دور ہے، وہاں کیسے مدد کریں؟'' دادی جان نے اسے سمجھانا چاہا۔
''دادی جان! بیت السلام والے تو ہیں، وہ شام والوں کی مدد بھرپور طریقے سے کر رہے ہیں۔ ہمیں جب سے قاری صاحب نے بتایا ہے، تب سے میں غمگیں ہوں۔'' یہ سننا تھا کہ دادی جان جلدی سے اٹھ کر اپنے کمرے میں گئیں اور الماری سے پرس نکالا، جس میں بہت سارے ہزار، پانچ سو کے نوٹ تھے، وہ نکال کر احمد کو دیے اور ٹرسٹ میں جمع کرانے کو کہا۔ اِسی طرح ابو نے اپنی گاڑی کے لیے جمع پونجی نکال کر احمد کو دی۔ امی نے سونے کی بالیاں اور کچھ زیورات احمد کو پکڑوائے۔ عائشہ نے اپنا گلّک لا کر دیا۔ چاچو نے بھی ایک بھرا ہوا لفافہ دیا اور احمد بھی اپنا حصہ ڈالتے ہوئے اپنی جمع پونجی اپنے کمرے سے لے آیا۔ احمد اتنی ساری امداد دیکھ کر خوش ہو گیا، پھر جلدی سے بیت السلام کے دفتر پہنچ گیا۔ شام والوں کا درد احمد کے گھر والوں کو سمجھ آگیا تھا۔ کیا ہمیں بھی سمجھ آیا؟؟

St. Ives
ORIGINAL SWISS FORMULA
Brighten Up!
with
AMERICA'S NO.1 & AWARD WINNING
Scrub Brand
Your face comes first, and when it looks great, you do too.
100% Natural Extracts
Paraben Free
Oil Free
Dermatologist Tested
Hypoallergenic
AT A PRICE, EVERY ONE CAN AFFORD
allure
St. Ives
St. Ives
St. Ives
St. Ives
PREMIUM
QUALITY
GUARANTEED
St. Ives
St. Ives
COMPLETE RANGE OF ALL SCRUBS, BODY LOTION & BODY WASHES

وقت کی قدر کیجیے

وقت اللہ تعالیٰ کی ایک ایسی نعمت ہے کہ اگر کوئی فرد اس کی قدر کرے تو کہاں سے کہاں تک پہنچ جائے گا۔ غریب ہو یا امیر! وقت سب کو یکساں ملتا ہے۔ بس دیر اس امر کی ہے کہ کوئی وقت کی قدر کرتا ہے تو کوئی نہیں کرتا۔ دنیا میں جتنے بھی بڑے لوگ گزرے ہیں، ان سب نے وقت کی قدر کی تو وقت نے بھی ان کی قدر کی۔ چاہے وہ طالب علم تھے یا تاجر تھے یا کسی دوسرے پیشے سے وابستہ تھے، ان سب حضرات کی وقت نے قدر کی۔ وقت کا صحیح استعمال اس وقت ہوگا جب ہم اپنا نظام الاوقات بنائیں گے۔ نظام الاوقات سے ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ ہم کم وقت میں بہت سے کام کر سکیں گے، اس لیے ہمیں چاہیے کہ ہم ایک ایک لمحہ کی قدر کریں، کیوں کہ کل قیامت کے روز بھی ہم سے ضائع کیے گئے اوقات کے بارے میں سوال ہو سکتا ہے۔

مرسلہ: امیر حمزہ، متعلّم جامعہ دارالعلوم کراچی

صبر کا پھل

احمد ایک ہنستا مسکراتا بچہ تھا۔ ایک دفعہ اچانک اس کے سر میں درد اٹھا، جس نے رفتہ رفتہ شدّت اختیار کر لی۔ گھر والوں نے ہر اچھے ہسپتال سے علاج کروایا، لیکن شفا یابی نہ ہوئی تو سر میں وَرم پیدا ہو کر پیپ پڑ گئی اور سر کا حجم بڑھنے لگا۔ سر بھاری ہوا تو بے چارہ احمد ہوش و حواس سے بیگانہ ہو گیا۔ گھر والوں نے مایوس ہو کر احمد کو ایک پرانے کچے مکان میں ڈال دیا اور اس کی موت کا انتظار کرنے لگے۔ احمد پرانے کچے مکان میں کئی دنوں تک بے سُدھ پڑا رہا۔ ایک رات جبکہ کمرے میں چراغ روشن تھا اور احمد کا بھائی اس کے سرہانے بیٹھا ہوا تھا۔ چھت کی لکڑیوں سے اچانک ایک سیاہ اور نہایت زہریلا بچھو نمودار ہوا، اس کا رُخ احمد کی طرف تھا۔ احمد کے بھائی نے بچھو دیکھ لیا تھا، لیکن اس نے بچھو کو نہیں مارا اور نہ ہی پرے ہٹایا، وہ احمد کے قریب سے اٹھا اور دور کھڑے ہو کر دیکھنے لگا۔ اس کا خیال تھا کہ بچھو احمد کو ڈس لے گا اور یوں احمد کی اور ان سب کی بھی خلاصی ہو جائے گی۔ بچھو رینگتا ہوا احمد کے سر پر آپہنچا، اس نے احمد کے سر کو 2 مرتبہ ڈسا۔ ڈسنے سے احمد کے سر سے جا بجا پیپ کا اخراج ہونے لگا۔ بچھو جہاں سے آیا تھا، وہیں واپس چلا گیا۔ احمد کا بھائی جو دور کھڑا یہ منظر دیکھ رہا تھا، وہ بھاگا بھاگا گیا اور والد اور دوسرے بھائیوں کو بلا لایا۔ انھوں نے احمد کے سر سے بہتی پیپ کو صاف کرنا شروع کیا۔ احمد کے سر کی سوجن آہستہ آہستہ ختم ہو گئی۔ تھوڑی دیر کے بعد احمد نے آنکھیں کھول دیں۔ اب وہ ٹھیک ہو چکا تھا۔ والد اور تمام بھائی دل و جان سے اللہ رب العزّت کے شکر گزار تھے کہ چند روز پہلے جسے چارپائی پر ڈال کر لائے تھے، اب وہ اپنے پیروں پر چل کر گھر واپس جا رہا تھا۔

پیارے بچو! اس سے ہمیں یہ سبق ملا ہے کہ صبر کا نتیجہ ہمیشہ اس صورت میں نکلتا ہے کہ کُلفَت کے بعد راحت اور تنگی کے بعد آسانی کا سامان پیدا ہو جاتا ہے۔ راحت اور آسانی کا انتظار ہی افضل ترین عبادت ہے۔ وجہ یہ ہے کہ انتظار کے دوران، بندہ اللہ سے لَو لگائے رکھتا ہے۔ بالخصوص! جب آدمی دربدر کی ٹھوکریں کھا کر اور ہر طرف سے مایوس ہو کر اللہ تعالیٰ کے در پر آجاتا ہے اور اقرار کر لیتا ہے کہ ”یا رب! اب تو تیرا ہی در ہے اور تُو اپنے در سے کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا تو اللہ تعالیٰ بھی اپنے بندے کی حاجت روائی کرتا ہے اور اسے شفا عطا فرماتا ہے۔

مرسلہ: خولہ خالد، کراچی

میرا اللہ

ایک دفعہ ہمارے پیارے نبی ﷺ آرام فرما رہے تھے۔ ایک دشمن ہمارے پیارے نبی ﷺ کو ہلاک کرنے کی نیت سے آیا (نعوذ باللہ) اور تلوار اُوپر اٹھائی اور چیخ کر کہا: ”اب تمھیں کون مجھ سے بچائے گا، محمد! یہاں اب تو کوئی نہیں ہے؟“ تو ہمارے پیارے نبی ﷺ کھڑے ہو گئے، انھوں نے تلوار کو دیکھا اور فرمایا: ”میرا اللہ مجھے بچائے گا۔“ دشمن نے جب یہ سنا تو اس کے ہاتھ سے تلوار گر گئی۔ ہمارے پیارے نبی ﷺ مسکرائے اور انھوں نے تلوار کو اٹھایا اور فرمایا: ”اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟“ تو وہ بہت ڈر گیا، اس نے آپ ﷺ سے فرمایا: ”مجھے معاف کر دیں۔“ تو آپ ﷺ بہت اچھے اور مہربان تھے، انھوں نے اس کو معاف کر دیا۔

مرسلہ: عبدالرحمٰن، متعلّم جامعہ بیت السلام

موسمِ سرما

جوہر عباد

بڑے یخ بستہ ہیں صبح و شام سردی کے
گذر رہے ہیں ٹھٹھرتے ایّام سردی کے
فضائیں سرد تر، ٹھنڈی ہوا، برف باری
گِرا ہے درجۂ حرارت بنام سردی کے
لحاف، کمبل و شال و سوئیٹر، دستانے
نکل آئے گرم کپڑے تمام سردی کے
رہے خیال ہمیشہ ہی ساتھ آتے ہیں
بخار، کھانسی و نزلہ، زکام سردی کے
بغیر ہیٹر و گیزر گزارا مشکل ہے
بہت ضروری ہیں یہ انصرام سردی کے
ماحول سرد ہے اتنا کہ بن گئے سارے
گرم علاقے بھی ٹھنڈے مقام سردی کے
مزے مزے کے حلوہ جات و سوپ روزانہ
سبھی گھروں میں ہیں یہ اہتمام سردی کے
چھوارے، مونگ پھلی، اخروٹ اور چِلغوزے
ہیں تحفے کاجو و پستہ، بادام سردی کے
ہمیشہ ہوتے ہیں چھوٹے سے دن، بڑی راتیں
کیے قدرت نے کیسے انتظام سردی کے
خنک پانی سے وضو کرنا اگرچہ ہے گراں
مجرّب ہیں مگر شب میں قیام سردی کے
ہمیشہ لگتے ہیں آسان اور سہل روزے
سبھی کو ہیں پسند ماہِ صیام سردی کے
چڑھائے جب بھی سر تا پیر کپکپی جاڑا
لگے سبھی کو نرالے یہ کام سردی کے
سرد راتوں میں سب کا بیٹھنا ہیٹر کے پاس
مٹائیں رنجشیں یہ انضمام سردی کے

سکون بخش لگے گاڑیوں کا گرم دھواں
مزہ دیتے ہیں ٹریفک بھی جام سردی کے
رضائی میں دُبک کے گرم مونگ پھلی کھانا
کریں مسرور یہ عیش و آرام سردی کے
دسمبر جنوری لاتے ہیں موسمِ سرما
بنے یوں دونوں ہی ماہِ دوام سردی کے
قسم قِسم کی تازہ سبزیاں و پھل جوہر
بلاشبہ ہیں صحت بخش انعام سردی کے

کسی غم گُسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا

مرسلہ: اُمِّ محمد، کراچی

کس غم گسار کی محنتوں کا یہ خوب میں نے صلہ دیا
کہ جو میرے غم میں گھلا گیا' اسے میں نے دِل سے بُھلا دیا
جو جمالِ روح حیات تھا' جو دلیلِ راہِ نجات تھا
اُسی راہ بَر کے نقوشِ پا کو مسافروں نے مٹا دیا
یہ مری عقیدتِ بے بصر' یہ مری ریاضتِ بے ثمر
مجھے میرے دعویٰ عشق نے نہ صنم دیا نہ خدا دیا
تیرے حسنِ خُلق کی اِک رمق مجھے زندگی میں نہ مِل سکی
میں اسی میں خوش ہوں کہ شہر کے در و بام کو تو سجا لیا
تیرے بدر و اُحد کے باب کے میں ورق اُلٹ کر گزر گیا
مجھے صرف تیری روایتوں کی حکایتوں نے مزہ دیا
میں تیرے مزار کی جالیوں ہی کی مِدحتوں میں مگن رہا
تیرے دُشمنوں نے ترے چمن میں خزاں کا جال بِچھا دیا
تیرا نقشِ پا تھا جو رَہ نُما تو غُبارِ راہ تھی کہکشاں
اُسے کھو دیا تو زمانے بھر نے مجھے نظر سے گرا دیا
کبھی اے عنایتِ کم نظر! تیرے دِل میں یہ بھی کسک ہوئی
جو تبسم رُخِ زیست تھا اُسے تیرے غم نے رُلا دیا
میرے راہ نُما تیرا شکریہ کروں کس زباں سے ادا بھلا
میری زندگی کی اندھیری شب میں چراغِ فکر جلا دیا

گلدستہ

حمدِ باری تعالیٰ

بڑا تنگ دائرہ ہے مِری فکر کی رسا کا
کہاں حرف سے احاطہ ہو بھلا تِری ثنا کا
سبھی عکس پھوٹتے ہیں اسی ایک آئینے سے
کہیں طُور کی تجلّی، کہیں نُور ہے حِرا کا
فقط اس قدر تفاوت ہے میانِ دونوں عالم
یہاں ذوقِ سجدہ ریزی، وہاں سلسلہ عطا کا
رہِ حق میں جان دینا ہے دلیلِ سرفرازی
جو فنا کی اصلیت ہے، وہی راز ہے بقا کا
مَیں فقیرِ بے نوا ہوں تُو ذخیرہ سخا کا
ہے مکاں سے لا مکاں تک تِری حکمرانی یارَبّ
تُو ہی سرِ ابتدا ہے تُو ہی نقشِ انتہا کا
جو جہاں میں کام آئے دُکھی آدمی کے عامرؔ
بڑی چاہتوں کا حامل ہے وہی بَشر خُدا کا

معراج حسن عامرؔ

نعتِ رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

لوگ تو نفرتوں کے شعلوں کو ہوا دیتے رہے
مصطفیٰؐ لیکن پیامِ جاں فزاں دیتے رہے
عالمِ انسانیت کو اِرتقا دیتے رہے
درسِ اخلاق و محبتِ مصطفیٰؐ دیتے رہے
آپؐ کے اخلاق کا قرآن شاہد ہے حضورؐ
آپؐ اپنے دشمنوں کو بھی دعا دیتے رہے
جاگ اٹھے جو لوگ بھی اُن کا مقدّر جاگ اٹھا
آپؐ تو سوتے ضمیروں کو صدا دیتے رہے
مصطفیٰؐ جس راہ سے گزرے وہ روشن ہوگئی
ہر قدم پر لو چراغِ نقشِ پا دیتے رہے
کام آئی رہبروں کے رہ نمائی آپؐ کی
گمراہوں کو منزلِ حق کا پتا دیتے رہے
مِدحتِ خیرُ البشر کرتے رہے اعجازؔ ہم
بے جلا آئینۂ دل کو جَلا دیتے رہے

اعجازؔ رحمانی

روح کے امراض

حافظ ابن القیّم رحمۃ اللہ علیہ مشہور محدّث ہیں، انھوں نے لکھا ہے کہ جیسے انسان کے بدن میں کچھ امراض ہیں، ان کا علاج بھی ہے، کچھ ضروریات بھی ہیں، کچھ مضرات اور کچھ منافع بھی ہیں۔ ایسے ہی روح کا بھی حال ہے۔ روح کی بھی کچھ بیماریاں ہیں، کچھ ان کا علاج ہے اور جیسے ظاہری پہچان بدن کی بیماری کی ہے، اسی طرح روحانی بیماری کی بھی پہچان ہے۔ بدن کی بعض بیماریاں ایسی ہیں کہ ایک ہاتھ میں تکلیف ہے اور دوسرے ہاتھ میں بھی اس کا اثر ہے۔ ایک شخص کو آنکھوں کی بیماری ہے۔ اس کو نظر نہ آئے گا کہ اسے بینائی کا مرض ہے، مگر کھانا پینا سب کچھ چل رہا ہے۔ دنیا میں جیسے امراض اور ان کے خواص ہیں، بالکل ایسے ہی روح کی بیماریاں اور ان کے خواص بھی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ روح کے امراض معاصی اور گناہ ہیں اور اس کی غذا "ذکر اللہ" اور اس کی طاعت ہے اور جب یہ غذا نہ ملے تو روح بیمار ہو جاتی ہے۔ دھوکہ، جھوٹ، چوری، عیاشی یہ سب بیماریاں ہیں۔ اب کسی کو نمونیہ ہو، کسی کو پھوڑا نکلا ہوا ہو اور بھی ایسی کئی بیماریاں ہوں تو ایسے شخص کا صحت یاب ہو جانا مشکل ہو جاتا ہے اور ایک بیماری بعض اوقات دوسری بیماری کو کھینچ لاتی ہے، اطبا اس کو خوب سمجھتے ہیں، ایسے ہی ایک گناہ دوسرے گناہ کو کھینچ لاتا ہے۔ بیماریوں کے مختلف اثرات ہوتے ہیں، ان کی بہت قِسمیں ہیں۔ ہر مرض میں خاص علاج کیا جاتا ہے۔ روح کی بیماریاں ایک نفسانی خواہشات ہیں کہ اس سے غفلت پیش آتی ہے۔ ایک جاہ کا گناہ ہے، یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنا... یہ براہِ راست قلب کا گناہ ہے۔ نفسانی گناہ اعضا کے الگ الگ ہیں اور جاہ کا گناہ براہِ راست قلب پر اثر انداز ہوتا ہے۔

(مجالسِ مفتیٔ اعظم رحمۃ اللہ علیہ، مفتی عبدالروف سکھروی، ص:258)

اسلام میں عورت کا مقام

اسلام نے خواتین کو عزت و حرمت کا جو مقام بخشا ہے اور اس کے تقدّس کی حفاظت کے لیے جو تعلیمات دی ہیں، وہ دنیا بھر کے مذاہب اور اقوام میں ایک منفرد حیثیت کی حامل ہیں۔ اسلام نے ایک طرف عورت کی حرمت اور دوسری طرف اس کے جائز تمدّنی اور معاشرتی حقوق کا تحفظ کرنے کے لیے، جو احکام عطا فرمائے ہیں، ان کی حکمتوں کا احاطہ انسانی عقل کے ادراک سے بالاتر ہے۔ مسلمان عورت اپنی عزت کے تحفّظ کے ساتھ تمام ضروری تمدّنی حقوق رکھنے کے باوجود تلاشِ معاش میں ماری ماری پھرنے کے لیے نہیں، بلکہ گھر کی ملکہ بننے کے لیے پیدا ہوئی ہے، اِسی لیے شریعت نے اس کی عمر کے کسی مرحلے میں فکرِ معاش کا بوجھ اس کی گردن پر نہیں ڈالا۔ خال خال صورتیں تو مستثنیٰ ہیں، لیکن عام حالات میں شادی سے پہلے اس کے معاش کی ذمہ داری باپ پر اور شادی کے بعد شوہر یا اولاد پر ڈالی گئی ہے، لہٰذا ناگزیر ضرورتوں کو چھوڑ کر عام طور پر اسے معاش کے لیے سڑکیں چھاننے کی ضرورت نہیں، اس کی عزت و آبرو اور اس کے تقدّس کو سلامت رکھنے کے لیے حکم یہ دیا گیا ہے کہ وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِکُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاھِلِیَّۃِ الْاُوْلٰی "اور تم اپنے گھروں میں قرار سے رہو اور پچھلی جاہلیت کی طرح بناؤ سنگھار کر کے باہر نہ پھرا کرو۔"

ضرورت کے موقع پر عورت کو گھر سے باہر جانے کی اجازت بھی اسلام نے دی ہے، لیکن اس طرح کہ وہ پردے کے آداب و شرائط کو ملحوظ رکھ کر بقدرِ ضرورت باہر نکلے اور اپنے آپ کو ہوسناک نگاہوں کا نشانہ بننے سے بچائے۔ اس غرض کے لیے مرد و عورت کے درمیان فطری تقسیم کار یہ رکھی گئی ہے کہ مرد کمائے اور عورت گھر کا انتظام کرے اور مرد کے لیے کما کر لانا، عورت پر اس کا کوئی احسان نہیں، اس کا لازمی فریضہ ہے، مگر اس معاملے میں اسلام نے عورت کو یہ فضیلت اور امتیاز بخشا ہے کہ گھر کا انتظام بھی قانونی طور پر اس کی ذمہ داری نہیں ہے، لیکن اخلاقی طور پر اس کو اس بات کی ترغیب ضرور دی گئی ہے کہ وہ شوہر کے گھر کی دیکھ بھال کرے، لیکن اگر کوئی عورت اپنی اس اخلاقی ذمہ داری کو پورا نہ کرے تو مرد اس کو بزورِ قانون اس پر مجبور نہیں کر سکتا۔ اسلام نے عورت کو یہ امتیاز اس لیے عطا فرمایا ہے، تاکہ وہ کسبِ معاش کی اُلجھنوں میں پڑ کر معاشرتی برائیوں کا سبب بننے کے بجائے گھر میں رہ کر قوم کی تعمیر کی خدمت انجام دے۔ گھر کا ماحول معاشرے کی وہ بنیاد ہے، جس پر تمدّن کی پوری عمارت کھڑی ہوتی ہے، اگر یہ بنیاد خراب ہو تو اس کا فساد پورے معاشرے میں سرایت کر جاتا ہے۔ اس کے برعکس اگر ایک مسلمان خاتون اپنے گھر کے ماحول کو سنوار کر اِن نونہالوں کی صحیح تربیت کرے، جنہیں آگے چل کر قوم و ملک کا بوجھ اٹھانا ہے تو ساری قوم خود کار طریقے پر سنور سکتی ہے اور دوسری طرف ایک ایسا ستھرا گھریلو نظام وجود میں آتا ہے جو مآل کار پورے معاشرے کی پاکیزگی کا ضامن بن سکتا ہے۔

(اصلاحِ معاشرہ، شیخ الاسلام مفتی محمد تقی عثمانی دامت برکاتہم)

جذبوں کی داستان
لسانِ قلم سے

کیسے جذبے، کون سے جذبے؟ پاکیزہ جذبے، ہمدردی اور خیر خواہی کے جذبے۔ درحقیقت! کچھ جذبے ایسے ہوتے ہیں، جو لفظوں میں پروئے جاتے ہیں، جن سے قِرطاس کے دامن سجائے جاتے ہیں، جنہیں لوگ اخباروں کی زینت بناتے ہیں، مگر جب یہی الفاظ ختم ہو جاتے ہیں تو پاکیزہ جذبات تنہا کھڑے رہ جاتے ہیں، جیسے کنویں کے پاس موجود پینے والے پیاسے رہ جاتے ہیں اور یہ اس وقت ہوتا ہے، جب قلم سے نکلنے والے الفاظ 'الفاظ تو ہوں، مگر بے لباس ہوں، جن کے نقطے نقطے سے عریانی جھلکتی ہو اور خواہشوں کی ہَوَس لیے تحریریں چھپتی ہوں۔ غزلیات، گانے، میوزک اور سراسر بے حیائی پر مشتمل تبصرے، جہاں بدزبانی کو شجاعت اور بے تہذیبی کو مہارت سمجھا جاتا ہو۔ اس کے مقابل جنہیں اللہ نے قلم کو چلانے کا ہُنر اور جذبوں کی عکاسی کا سلیقہ اور صراطِ مستقیم کی تبیین کا ملکہ عطا کیا ہو، انھیں چاہیے کہ وہ اسے ہرگز ضائع نہ ہونے دیں اور بجائے اس کے کہ وہ شہر کے خلیفہ بنیں، ان کے لیے یہ سعادت کی بات ہے کہ وہ خیر کے حمایتی بن جائیں اور اپنے ہتھیارِ قلم کا صحیح استعمال کر کے لوگوں کے لیے منبۂ ہدایت بنیں۔ یہ داستاں ان پاکیزہ جذبوں کی ہے، جو خاک کے اندر بھی جواں رہتے ہیں اور آج تک ان کی خوش بو قلم میں محسوس ہوتی ہے، جن کی تازگی سانسوں میں موجود رہتی ہے۔ جانے والے اجسام گرچہ مَنوں مٹی کے سپرد ہو کے خاک ہو جاتے ہیں، مگر دلوں میں پائے جانے والے پاکیزہ جذبوں سے دنیا سیراب ہوتی ہے اور ہانپتے ہوئے قلم کو پھر سے لفظوں کے جام مل جاتے ہیں۔

مرسلہ: امۃ اللہ، میرپورخاص

آپ کے اشعار

سنبھالے رکھ ذرا اے آسماں دیکھ اپنے دامن کو
زَمیں پر کھینچتا ہے نالۂ شب گیر مِرا دِل!
ذوقؔ

پہنچنا داد کو مظلوم کا مشکل ہی ہوتا ہے
کبھی قاضی نہیں مِلتے، کبھی قاتل نہیں مِلتا!
اکبرؔ الٰہ آبادی

جو ہو لِلّٰہیّت تو دِین، بن جاتی ہے یہ دنیا
اگر اَغراض ہوں تو، دِین بھی بدترزِ دنیا ہے!
اصغرؔ گونڈوی

اب بھی اِتنا اَثَر ہے نالے میں
حَشُر میں اِک بَپا کر دے!
محمد علی جوہرؔ

غم کہتا ہے: دل میں رہوں میں، جلوۂ جاناں کہتا ہے: میں
کس کو نکالوں، کس کو رکھوں! یہ تو گھر کے جھگڑے ہیں!
ذوقؔ

بیت السلام ویلفیئر ٹرسٹ کی دینی تعلیمی اور رفاہی خدمات کی جائزہ رپورٹ

حفظِ قرآن مسابقے میں جامعہ بیت السلام کراچی کے طالب علم نے دوسری پوزیشن لی

دو مراحل پر مشتمل مسابقے میں سید محمد عثمان بن سید عبد القاہر نے 100 میں سے95 نمبر لیے' 75 ہزار روپے انعام حاصل کیا

کراچی (پ ر) کراچی کے علاقے منظور کالونی میں واقع مدرسہ تعلیم القرآن والسنہ میں دو مراحل پر مشتمل مسابقہ حفظِ قرآن کا اہتمام کیا گیا۔ پہلے مرحلے میں کراچی کے مختلف اداروں کے 38 طلبہ نے حصہ لیا' فائنل مرحلے کے لیے 90 فی صد نمبر لینا لازم تھا' 13 طلبہ دوسرے مرحلے کے لیے منتخب ہوئے۔ جامعہ بیت السلام کے دونوں طلبہ نے فائنل مرحلے کے لیے کوالیفائی کر لیا' فائنل مرحلے میں جامعہ بیت السلام کراچی کے سید محمد عثمان بن سید عبد القاہر نے 100 میں سے 95 نمبر حاصل کیے' انھیں دوسری پوزیشن ملی' اول پوزیشن والے طالب علم نے ساڑھے پچانوے نمبر حاصل کیے' فائنل مقابلے میں منصفین کے لیے قاری احمد میاں تھانوی ' قاری عبد الرحمٰن رحیمی ' قاری نذیر مالکی قاری اسحاق عالم پر مشتمل ماہر قرّا کا پینل تھا۔

شام: حرمین، ایمان، شہیدا، مقاومہ، اولڈ باب السلام نامی کیمپوں میں تقریبا10 ہزار طلبہ کے لیے بیت السلام کے 130 کنٹینر اسکول شروع

110 بیوہ خواتین اور300 یتیم بچوں کے لیے قائم ایمان شیلٹر کی دیکھ بھال کے اخراجات بیت السلام ویلفیر ٹرسٹ نے سنبھال لیے

کراچی(پ ر) گزشتہ ماہ بیت السلام کے اعلی سطح وفد کے ترک حکام سے مذاکرات میں طے ہونے والے منصوبہ جات پر عمل شروع کر دیا گیا ' اس سلسلے میں بیت السلام کے ساتھ کلس کے گورنر اور رفاہی ادارے آفاد کے اشتراک سے مہاجرین کیمپوں میں 130 کنٹینر اسکول قائم کرنے کا منصوبہ تکمیل کے آخر مراحل میں ہے' یہ کنٹینر اسکول حرمین' اہلیشام' اگدی' شہیدا' ایمان' نز' مقاومہ' اولڈ باب السلام' نیو باب السلام اور سینابل نامی کیمپوں میں ہوں گے' ''حرمین'' میں 18 ' ''اہلیشام'' میں 1 ' ''اگدی'' میں 10 ' ''شہیدا'' میں13 ' ''ایمان'' میں16' ''نز'' میں 16 ''' مقاومہ'' میں 6' ''اولڈ باب السلام'' میں 27' ''نیو باب السلام'' میں 9 اور ''سینابل'' میں10 اسکول ہوں گے' اس پراجیکٹ کے تحت 9350 طلبہ تعلیم حاصل کر سکیں گے۔ دریں اثنا بیواؤں اور یتیم بچوں کے لیے قائم ایمان شیلٹر کے اخراجات بیت السلام نے سنبھال لیے' اس شیلٹر میں300 یتیم بچے اور 110 بیوہ خواتین رہائش رکھے ہوئے ہیں

بنگلہ دیشی سرحد پہ بیت السلام 3 ہزار روہنگیا خاندانوں کے لیے نئی خیمہ بستی قائم کر رہا ہے

کچن میں استعمال ہونے والے ضروری برتنوں کا ایک ایک سیٹ بھی ہر خاندان کو دیا جائے گا' بیت السلام گزشتہ سوا سال سے روہنگیا مہاجرین کی خدمت میں مشغول ہے

کراچی (پ ر) الحمد للہ بیت السلام گزشتہ سوا سال سے روہنگیا مہاجرین کی خدمت میں بھی مشغول ہے' چناں چہ حال ہی میں تین ہزار مہاجر خاندانوں کے لیے ایک نئی خیمہ بستی بسانے کا فیصلہ کیا' ہر خاندان کے لیے باورچی خانے میں اور کھانے کے دوران استعمال ہونے والے ضروری برتنوں کا ایک ایک سیٹ بھی دیا جائے گا۔ یاد رہے گزشتہ سے پیوستہ بقر عید کے بعد سے بیت السلام نے ہزاروں مہاجرین کے لیے خیمے بھیجے' بستر' لباس کا انتظام کیا' پینے کے لیے میٹھا پانی' کچا راشن' پکا پکایا کھانا' مچھلی' پھل' برتن' سولر لائٹیں' کمبل بھیجے' رمضان میں سحری' افطاری اور عید قرباں پر گوشت کا اہتمام بھی کرتا رہا ہے۔

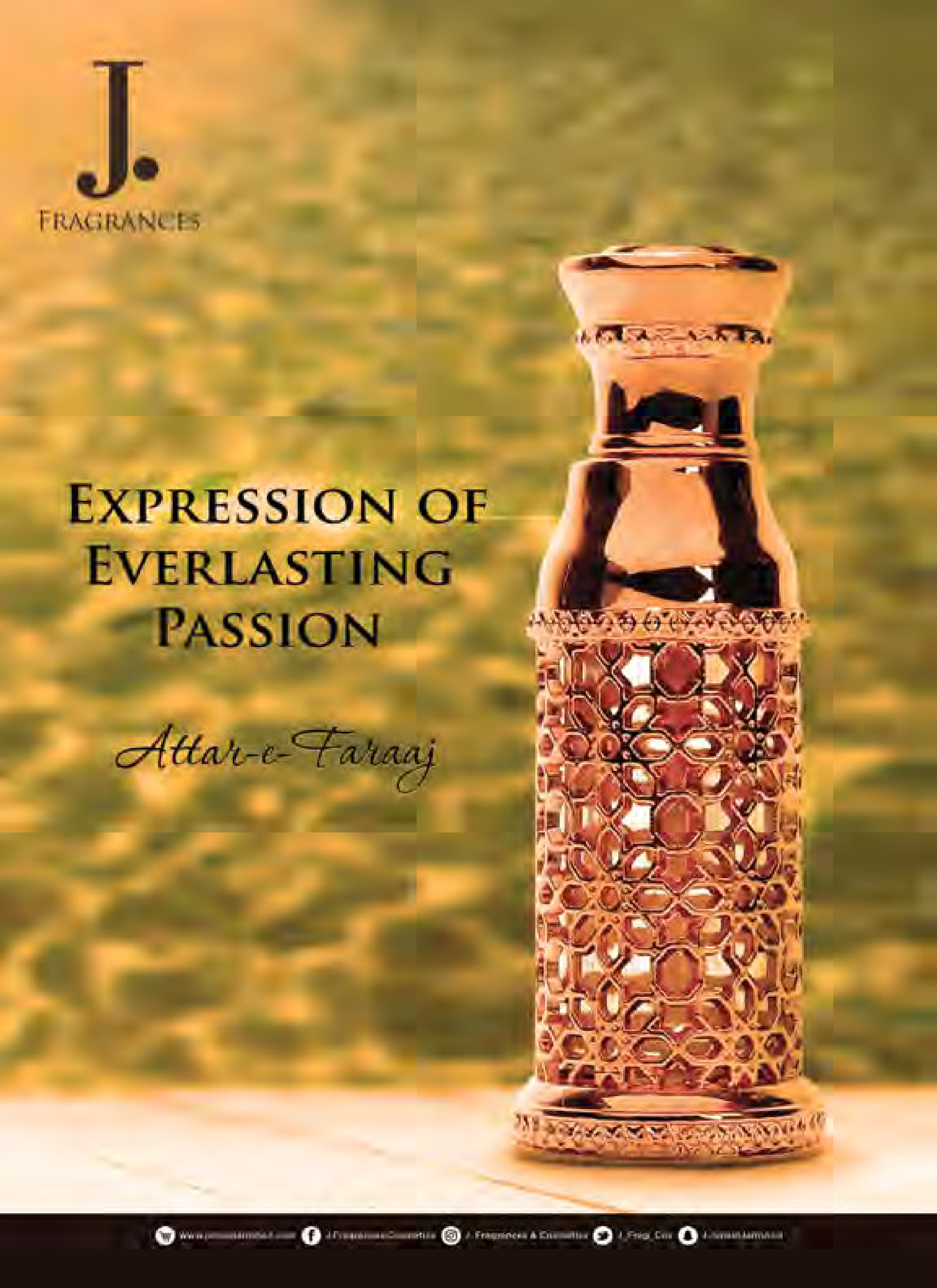
J.
FRAGRANCES
EXPRESSION OF
EVERLASTING
PASSION
Attar-e-Faraaj
J. Fragrances & Cosmetics

Brighto
Inspired by Nature
Brighto AllColor
Antiqua Polish Plaster
Silky Smooth
Perlata
Luxury Magnified
Velvet
Revisiting the Classic Age
Perlex
Majestic Walls
Brighto
Regd.# MC - 1366
Décor assumes a different meaning with Brighto Special Coatings. They give your living space a prestigious decorative finish by creating a world of beauty, luxury and sophistication
Brighto PAINTS
brightopaints | Toll Free 08000-1973 | BrightoPaintsPK | www.brightopaints.com